پیر سیّد احمد شاہ قادریؒ

المعروف زلفوں والے گیارھویں والے پیر



خاور سہروردی

عزیز محترم میاں عبدالقیوم انجم
(ایڈوکیٹ) کیلئے

[illegible]

۷.۱۱.۱۹۹۶

پیر سید احمد شاہ قادریؒ

المعروف "زلفوں والے گیارھویں والے پیر"

(تذکرہ و فرمودات)

خاور سہروردی

نام کتاب	————	پیر سید احمد شاہ قادری
مؤلف	————	خاور سہروردی
کمپوزنگ	————	واط کمپوزنگ سنٹر فون: 685-9106
طبع	————	اوّل
ماہ و سال اشاعت	————	ستمبر 1996ء
تعداد	————	پانچ سو (500)
ناشران و طابع	————	حسیب خاور سہروردی و رمیز خاور سہروردی 61 - یثرب کالونی، ملتان روڈ - لاہور
مطبع	————	ندیم یونس پرنٹرز، لاہور
قیمت	————	-/150 روپے

ملنے کا پتہ:

○ زین حسیب خاور ○ حسن حسیب خاور

61 - یثرب کالونی - ملتان روڈ - لاہور فون: 7599887

○ نذیر سنز پبلشرز 40 - اے اُردو بازار - لاہور فون: 7123219

فہرست

انتساب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اپنے پیر و مرشد کامل، مجدد سلسلہ عالیہ سہروردیہ

قطب زماں قلندر رسول نما

حضرت ابو الفیض

سید قلندر علی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

کے نامِ نامی

جنہوں نے اپنے وصال کے بعد میرے مبتدیانہ دورِ سلوک میں

اپنی ظاہری صحبت کاملہ کی کمی کو پورا کرنے کے لئے

اپنی خصوصی توجہ اور تربیت باطنی کے دوش بدوش

مجھے اس پیر کامل و فرد درویش کی صحبت ظاہری سے نوازا

جن کے نورِ باطن میں اِس فقیر حقیر نے

اپنے پیر و مرشد کے ہی نورِ باطن کا مشاہدہ پیشِ نظر رکھا اور

اِس فیضانِ باطنی کو بھی اپنے شیخ کا ہی عطیہ جانا

"فریب آرزو کی سہل انگاری نہیں جاتی

ہم اپنے دل کی دھڑکن کو تری آوازِ پا سمجھے"

ابیات سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ

(۱)

(الف) اللہ چنبے دی بوٹی مرشد مرے من وچ لائی ھو
نفی اثبات دا پانی ملیس ہر رگے ہرجائی ھو
اندر بوٹی مشک مچایا جاں پھلاں تے آئی ھو
جیوے مرشد کامل باھوؔ! جیں ایہہ بوٹی لائی ھو

(۲)

ثابت صدق، تے قدم اگیرے، تاہیں رب لبھیوے ھو
لوں لوں دے وِچ ذکر اللہ دا، ہر دم پیا پڑھیوے ھو
ظاہر باطن عین عیانی، ھو ھو پیا سینوے ھو
نام فقیر تنہاں دا باھوؔ! قبر جنہاں دی جیوے ھو

(۳)

(الف) ایہہ تن میرا چشماں ہووے، تے میں مرشد ویکھ نہ رجاں ھو
لوں لوں دے مُڈھ لکھ لکھ چشماں، ہِک کھولاں ہِک کجاں ھو
ایتناں ڈِٹھیاں صبر نہ آوے، ہور کتے وَل بھجاں ھو
مرشد دا دیدار ہے باھوؔ! مینوں لکھ کروڑاں حجاں ھو

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"اولیائے کرام"

یادگار و امانت ہیں یہ لوگ
یعنی زندہ کرامت ہیں یہ لوگ

خاکساری میں کجکلاہی کی
ایک روشن علامت ہیں یہ لوگ

رحمت حق، سکونِ قلب حزیں
نورالعین و طراوت ہیں یہ لوگ

دین نبوی کے حامل و پابند
گویا شمع ہدایت ہیں یہ لوگ

حق تو یہ ہے کہ حق ہی بس حق ہے
اور حق کی علامت ہیں یہ لوگ

یاں تمیز غلام و مولا نہیں
ابر جود و سخاوت ہیں یہ لوگ

کام شاداب اور دہن سیراب
معرفت کی حلاوت ہیں یہ لوگ

دلبرانہ ادا کے پردے میں
مومنانہ فراست ہیں یہ لوگ

مرد کامل سے فیض یابوں کے
خوب دست شفاعت ہیں یہ لوگ

جونگہ سے ہی دل بدل ڈالیں
وہ سراپا قیامت ہیں یہ لوگ

آؤ خاور انہیں کے ہو کے رہیں
صادقین و سلامت ہیں یہ لوگ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جو میں دِل کی بات کہہ دوں تو۔۔۔؟

یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ اہلِ دل کی نگاہ پاک دل کی دنیا بدل کر رکھ دیتی ہے۔ جب ظلمت نفس گھیرتی ہے، رکاوٹیں لاتی ہے، گمراہ کرنا چاہتی ہے تو منبع نورِ ہدایت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے درخشاں ستارے، متبعین رسول ہی رہبری و رہنمائی فرماتے ہیں اور ظلمت سے نور کی طرف لاتے ہیں۔ اُن کی صحبت پاک میں طبیعتوں کو جو جلا حاصل ہوتی ہے اُس کی حقیقت آفرینیاں تو وہی جانتے ہیں جنہیں ایسے مردانِ خدا مست کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا ہو۔ حضرت میاں محمد بخشؒ صاحب ''سیف الملوک'' فرماتے ہیں:

مرد ملے تے درد وِچھوڑے، اَوگن دے گن کر دا
کامل پیر محمد بخشا! لعل بناون پتھر دا

ضروتِ بیعت کے ضمن میں امام السند حضرت شاہ ولی اللہؒ دہلوی فرماتے ہیں:

کسی انسان کو مراد نہیں ملتی جب تک اُس نے مراد والے کو نہ دیکھا ہو۔ جس طرح علم بغیر صحبت علماء کے اور دوسرے صنعتی کام بغیر اُستاد کے حاصل نہیں ہوتے اسی طرح عرفانِ الٰہی بھی بغیر خاصانِ خدا کی بیعت کے حاصل نہیں ہوتے۔

حضرت مولانا رومؒ اِس حقیقت کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

علم آموزی طریقش قولے است — حرفت آموزی طریقش فعلے است
فقر خواہی، آں بہ صحبت قائم است — نے زبانت. کار می آید نہ دست
دانش انور است در جانِ رجال — نے ز راہِ دفتر و نے قیل و قال

راقم الحروف کے پیرو مرشد کامل اپنی تصنیف ''تعارف سہروردیہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''روحانیت کے متعلق بہت کچھ غلط فہمیاں سی پیدا ہو گئی ہیں اور بزرگانِ دین اور اولیائے عظام کے ارشادات کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی گئی۔ روحانیت سے اسلام کا یہ منشا خیال کر لینا کہ دنیا کو ترک کر کے شب و روز عبادتِ الٰہی کے لئے وقف کرنا ہے ایک کھلی ہوئی حماقت ہے کیونکہ اسلام نے رہبانیت کو ممنوع قرار

دے کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ روحانیت خارج از ماحول دنیوی کوئی الگ شے نہیں۔ درحقیقت روحانیت کی تعلیم کا اصل مدعا یہ ہے کہ بنی نوع انسان میں باعتبارِ کاروبارِ دنیوی جن سے اُن کو دن رات سابقہ پڑتا رہتا ہے اخلاقِ حسنہ پیدا ہوں جن کو وہ ایک دوسرے کے ساتھ عملاً کام میں لائیں اور احکامِ خداوندی بخلوصِ دل پورے انہماک کے ساتھ ادا کریں۔ اسلام کی روحانیت اولاً ذہنیت میں یہ تبدیلی پیدا کرتی ہے کہ مومن کو دنیا کی زندگی دین حاصل کرنے کے لئے اختیار کرنی چاہئے۔ مادیات کی ضرورت روحانیت میں محو ہونے کے لئے تھی۔ فی نفسہ مادیت مقصود بالذات چیز نہیں۔ کیا کوئی اولیائے عظام کے مرتبہ سے آشنا یہ کہہ سکتا ہے کہ روحانیت کا کوئی درجہ اِن بزرگوں کے قدموں سے لپٹنے کے بغیر مل سکتا ہے؟ یا کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی خوبی جس سے انسان باخدا ہو سکے ان لوگوں سے انحراف اور روگردانی سے حاصل ہو سکتی ہے اور خدائے قدوس کی معرفت خدا کے بندوں کی وساطت کے بغیر پا سکتا ہے۔"

اُستادِ محترم جناب پروفیسر محمد علم الدین سالک سہروردی حضرت موصوف کی تصنیف "الفقر فخری" کے تعارفی الفاظ میں لکھتے ہیں:

تصوف کی اساس، اس کا نظام، اس کا طریقۂ کار، اُس کا محورِ عمل اور اُس کے اذکار و افکار روحانیت سے الگ کچھ بھی نہیں ہیں اور وہ سراپا روحانیت ہی ہے۔ یہ تقلید و اتباعِ سنت نبوی ﷺ ہے۔ صوفی بننے اور فقر کے میدان میں قدم رکھنے کے امکانات اُسی وقت پیدا ہو سکتے ہیں جب ممنوعات سے بچنے اور تعمیل احکام الٰہی کی قدرت حاصل ہو جائے۔ اس کی پہلی منزل یہ ہے کہ طالب اپنے دل کو گناہ کے خیال سے اس طرح محفوظ رکھے جس طرح متقی اپنے جسم کو گناہوں سے پاک و صاف رکھتا ہے۔ گویا فقیروں یا صوفی کے دل میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کسی خطرہ کا گزر نہیں ہوتا۔ اُسے اِس بات کی شرم ہوتی ہے کہ خداوند عالم جل و علاشانہ، کی دوستی کا مدعی ہو اور کسی غیر خدا کو دل میں جگہ دے۔ یہ پہلا قدم ہے۔ اگر اس کی توفیق بھی حاصل نہ ہو تو کہاں کی درویشی اور کیا تصوف؟ اس کے بعد دوسرا مرحلہ آتا ہے کہ طالب کے دل میں خدا کی محبت اس قدر غالب ہو کہ دنیا و

مافیہا کی ہر بات اُس کے مقابل میں محو ہو جائے۔ دل کی ہر خواہش اُس معبودِ حقیقی کے لئے وقف ہو۔ جب یہ کیفیت پیدا ہو جائے گی تو پھر وہ قرآن کے ذوق سے مسرت اور اُس کی ہر آواز پر وجد کرے گا اور جب وہ اس کی تلاوت کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات سے اُس کا دل منور ہو جائے گا۔

صوفیائے کرام نے دین کی ضیاؤں کو کائناتِ ارضی کے گوشے گوشے تک پھیلانے میں جو کام کیا وہ محتاجِ تعارف نہیں۔ اسلام کا اصلی اور زریں دور تو وہی تھا جسے "خلافت راشدہ" کہتے ہیں۔ زاں بعد تو ملوکیت کا رنگ غالب آگیا۔ حقیقت میں اسلام کی نشر و اشاعت اور تبلیغ و ترویج کا اصل فریضہ اُن خاصانِ خدا اور رندانِ سرمست نے صحیح معنوں میں سرانجام دیا جن کے دل عشق رسول اور محبت الٰہی کی دولت سے مالا مال رہے۔ یہی وہ پاکیزہ اور برگزیدہ ہستیاں ہیں جنہوں نے اسلام کو ایک نظریۂ حیات کی حیثیت سے عملی طور پر پیش کیا اور اپنے حسن کردار سے ثابت کر دکھایا۔ صحابۂ کبار سے لے کر تابعین و تبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اور مابعد کے اولیائے کرام رحمتہ اللہ تعالیٰ کی ہی مبارک ہستیاں ہیں جو مینارہ ہائے رشد و ہدایت ہیں۔

تصفیہ باطن کے اصولوں میں سے ایک اصول یہ ہے کہ دل غیر اللہ کی محبت سے خالی ہو جائے اور اُس خلاء کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے پُر کیا جائے۔ یہ خوبی انسان میں اُس وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ اپنے دِل سے دنیا کی محبت نکال کر رب العزت جل علیٰ شانہ، اور حضور علیہ السلام کی محبت کو دنیا اور آخرت میں اپنا عزیز ترین سرمایہ سمجھے۔

بالفاظ جناب ابوالحسنین صاحب (لاہور):

"بنیادی حقیقت ایک ہی حقیقت ہے کہ ذاتِ حق کے علاوہ نہ کوئی حقیقت ہے اور نہ کسی کا وجود۔ اُس یکتا حقیقت کے مظہر اتم ذاتِ پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر   وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

اصل معرفت نفس کی معرفت ہے، معرفت کا تعلق محبت سے ہے۔ انسان جب خودشناس و خودنگر ہوتا ہے تو نُور علیٰ نور ہو جاتا ہے۔ مظہر حق ہونے کے باوجود جس انسان نے ذاتِ حق کو چھپانے اور انکار کرنے کی کوشش کی وہ کافر ہوا۔ جس نے اُلجھانے کی کوشش کی منافق ہوا۔ جنہوں نے دکھانے کی کوشش کی مومن ہوئے۔ جنہوں نے دکھا دیا ولی اللہ ہوئے۔ جو کمال پر لے گئے امام ہوئے۔ جو حجت

بن گئے نبی ہوئے۔ جو جحت کے کمال پر ہیں وہ حضور علیہ السلام ہیں۔
نُورِ مصطفےٰ کی کرنیں بے شمار ہیں۔ جہاں جہاں اِن کرنوں کا انعکاس ہے وہیں مینارۂ رُشد و ہدایت ہے۔"

یہ چند اوراق ایک ایسے ہی ولئی کامل اور مینارۂ رُشد و ہدایت قطب الاقطاب حضرت قبلہ ر سید احمد شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ جلال آبادی (افغانستان) ثم چک نمبر ۲۷۴ گ ب تحصیل جڑانوالہ ملع فیصل آباد "المعروف زلفوں والے گیارھویں والے پیر" کے مختصر حالات پر مشتمل ہیں جو آپ نے مختلف اوقات میں راقم الحروف سے بیان فرمائے۔ اگرچہ کمترین کو حضور سے وابستگی کا شرف ۱۹۶۱ء سے ۱۹۷۳ء تک یعنی نو سال رہا مگر اپنی مختصر حاضریوں کے درمیان اُن کی کم گوئی اور خاموش بعی کے پیش نظر تفصیلی حالات سے آگاہی حاصل نہ کرسکا۔ نہایت ہی باجلال، پُرشکوہ اور دبدبہ والے زرگ تھے اس لئے حوصلۂ گفتار نہ ہو پاتا۔ ہاں! جب کبھی خود آمادۂ گفتار ہوتے اور آپ بیتی بیان رماتے تو راقم الحروف گوشِ ہوش سے سن کر بعدازاں لکھ لیتا۔ تسامع یا اپنی کم علمی و کم مائیگی کی وجہ ے وضاحت کی ضرورت محسوس ہونے کے باوجود دوبارہ پوچھنے کی جرأت نہ ہوتی۔ ہاں ایک آدھ رتبہ کچھ استفسارات بھی کئے۔ مگر جتنا فرمایا اُسی حد تک احاطۂ تحریر میں لا سکا اور وہی قارئین کرام کی دمت میں پیش کیا جا رہا ہے:

از داغِ فراق اُو در دل چمنے دارم — اے لالۂ صحرائی با تُو سخنے دارم
ایں آہِ جگر سوزے در خلوتِ صحرا بہ — لیکن چہ کنم کارے با انجمنے دارم

حضرت باباجیؒ کے مریدین اور معتقدین برصغیر بلکہ دنیا کے مختلف ممالک میں لاتعداد ہیں۔ راقم الحروف کی یہ کوشش درحقیقت ایک ابتدائیہ اور اُن حضرات کی خدمت میں اک صلائے عام ی حیثیت سے ہے۔ لہٰذا وہ اہل قلم حضرات جنہوں نے حضرت قبلہؒ کی صحبتوں میں فیض وافر پایا ہے ی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اس سلسلہ کو اور آگے بڑھائیں تاکہ عامتہ الناس بالعموم اور ابستگانِ دامن فقرا بالخصوص اُن سے استفادہ حاصل کر سکیں۔

بر آور ہرچہ اندر سینہ داری — سرودے نالۂ آہے، فغانے

خاور سہروردی
۶۱ یثرب کالونی۔ ملتان روڈ، لاہور

رھوار ۲۴ جولائی ۱۹۹۶ء عیسوی
طابق ۷ ربیع الاول ۱۴۱۷ ہجری

سعادتِ ملاقات و شرفِ حضوری

راقم الحروف کو اپریل ۱۹۵۰ء میں سلسلۂ عالیہ سہروردیہ میں بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ ستمبر ۱۹۵۸ء میں میرے پیر و مرشد وصال فرما گئے۔ ظاہری صحبت سے محرومی میرے متقبلانہ حالات و کیفیات پر خاصی اثر پذیر ہوئی اور طبیعت انقباض کا شکار ہو گئی: ؎

حجاب اکسیر ہے آوارۂ کوئے محبت کو مری آتش کو بھڑکاتی ہے تیری دیر پیوندی

(اقبال)

قبض و بسط کا سلسلہ چلتا رہا۔ تاہم کسی ولئ کامل کی صحبت بابرکت کی تڑپ بمصداق مولانا روم علیہ رحمت

یک زمانہ صحبتے با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

دل کو تڑپاتی رہی۔

دسمبر ۱۹۶۳ء سے جولائی ۱۹۶۷ء تک راقم الحروف بسلسلہ ملازمت منگلا کالونی (آزاد کشمیر) مقیم رہا۔ ۱۹ - ۲۰ اگست ۱۹۶۴ء کی درمیانی شب میری اہلیہ کو خواب میں حضرت پیر و مرشد کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت قبلہؒ کے ہمراہ ایک معمر دراز گیسو، دراز قد سرخ و سفید رنگت، اکہرے بدن کے بزرگ، بدن پر سفید لمبا کرتہ اور سفید ہی تہ بند، سر پر زرد رنگ کے حاجیوں والا رومال اور نظر والی سفید عینک لگائے موجود تھے۔ حضرت قبلہؒ نے میری بیوی کو فرمایا کہ بیٹا یہ بزرگ آج کل منگلا کالونی میں تشریف فرما ہیں۔ تم بمعہ خاور صاحب عصر کے وقت ان کی خدمت میں حاضری دو۔ گویا حضرت قبلہ علیہ رحمت نے راقم الحروف کی اُس تڑپ اور اُس کمی کو اپنی خصوصی توجہ سے یوں پورا فرما دیا۔

اگلے دن میں نے کالونی میں اپنے کئی واقف کاروں سے حضرت قبلہ باباجیؒ کے متعلق دریافت کیا مگر اُن کی موجودگی اور جائے قیام کا پتا نہ چل سکا جس کی وجہ سے ذہنی کوفت بھی ہوئی۔ طلب صادق تھی رب العزت نے کرم نوازی فرمائی۔ ۲۱، ۲۲ اگست کی درمیانی شب کو میری بیوی کو عالم خواب میں آگاہی ہوئی کہ متذکرہ حلیہ کے بزرگ کالونی کے جی ٹائپ کے ایک کوارٹر میں اپنے لان کے باہر والی سڑک پر چہل قدمی فرما رہے ہیں۔ چنانچہ اگلی صبح G/TYPE

کوارٹروں کے مقیموں سے میں نے دریافت کیا تو پتا چلا کہ ہاں ایک بزرگ کچھ عرصہ سے راجہ محمد ریاض کالونی کیمپ کلرک کے ہاں قیام فرما ہیں۔ طبیعت بہت مسرور ہوئی۔ عصر کے وقت بمعہ اہلیہ آگاہ شدہ کوارٹر کی طرف برائے حاضری روانہ ہوا۔ متذکرہ کوارٹر کے قریب جب ہم پہنچے تو عین خواب کے مطابق حضرت قبلہ باباجیؒ کو لان کے باہر سڑک پر چہل قدمی فرماتے ہوئے دیکھا۔ پہچاننے میں دِقت نہ ہوئی۔ ہمارے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی باباجی قبلہ بیٹھک کے اندر تشریف لے گئے لہٰذا وہاں پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ اجازت طلب کرنے کے بعد اندر داخل ہوئے۔ آپ پلنگ پر تشریف فرما تھے ہم دونوں قدموں میں فرشی دری پر بیٹھ گئے۔ حضرت قبلہ نے ہمارے ساتھ کوئی گفتگو نہ فرمائی۔ صرف دیکھ کر مسکراتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہاتھ کے اشارے سے رخصت کی اجازت فرمادی۔ گویا یہ ہماری پہلی حاضری کی سعادت تھی:۔

ہم کہاں اور اُن کی انجمن ناز کہاں اتفاقات یہ ہوتے ہیں خداساز کہاں

زاں بعد نو سال تک اکثر و بیشتر حاضر خدمت ہوتے رہے اور ہمیشہ آپ کی شفقت اور توجہ شامل حال رہی۔ وصال سے ڈیڑھ سال پیشتر مجھے فرمایا کہ ہر مہینے گیارھویں کے ختم شریف میں جہاں بھی میرا قیام ہوا کرے حاضری دیا کرو۔ الحمدللہ کہ ہر ماہ حاضری کی سعادت نصیب ہوتی رہی۔

اللہ تعالیٰ ہر قسم کے شر نفسانی سے محفوظ رکھے یہاں اسی ضمن میں ایک اہم واقعہ کا ذکر کرنا شاید نامناسب نہ ہو۔ حضرت قبلہؒ کی اس پہلی ملاقات سے تقریباً اڑھائی ماہ پیشتر اکثر یہ ہوتا کہ میرے رہائشی کوارٹر کی بیٹھک کا دروازہ (جو بیرونی برآمدہ کے اندر واقع تھا اور سڑک والی بیرونی دیوار کی طرف سے لکڑی کی پتلی پتلی ہٹیوں سے جالی نما طریق سے بند شدہ تھا) رات کے پورے دو بجے چھڑی سے کھٹکھٹایا جاتا۔ میں نیند سے بیدار ہو کر دروازہ کھول کر دیکھتا تو کسی کو وہاں موجود نہ پاتا۔ ایک آدھ دفعہ دل میں خیال آیا کہ شاید بیرونی برآمدے کی جالی کا دروازہ رات کو بند کرنا بھول گیا ہوں گا۔ دیکھتا تو وہ بھی بند ہوتا۔ جالی کا دروازہ کھول کر باہر سڑک پر دونوں طرف جاکر دیکھتا مگر کسی کو موجود نہ پاتا۔ دو تین دفعہ تو گھر کے چاروں طرف بھی تلاش کی مگر بے سود۔ یہ سلسلہ اکثر و بیشتر ہوتا رہا لطف کی بات یہ ہے کہ اس واقعے سے دل میں کسی قسم کا ڈر، خوف یا پریشانی بھی لاحق نہ ہوتی۔ حضرت قبلہ باباجیؒ کی ملاقات کے بعد پھر اس قسم کا واقعہ پیش نہ آیا چنانچہ میرے ذہن سے یہ واقعہ نکل گیا۔

حضرت قبلہ باباجیؒ نے اپنے وصال سے تقریباً ڈیڑھ سال پیشتر بمقام جلہ جیم تحصیل میلسی ضلع وہاڑی میں مورخہ ۲۶ جنوری ۱۹۷۲ء جہاں راقم الحروف گیارھویں شریف کے ختم میں حاضری کے لئے گیاہوا تھا دروازہ کھٹکھٹانے کے راز سے پردہ اُٹھایا۔ میں اُس وقت اکیلا ہی آپ کی خدمت میں کمرے کے اندر بیٹھا تھا فرمانے لگے جس سال تم پہلی بار مجھ سے ملے ہو اُس سے دو اڑھائی ماہ پہلے ہی منگلا آگیا تھا اور گیارھویں شریف کا ختم بھی دلاتا تھا تمہاری حاضری کا میں کافی دن انتظار کرتا رہا کہ یہ رب کا بندہ حاضر کیوں نہیں ہوتا؟ اس عرصہ کے دوران تہجد کے وقت باطنی طور پر اپنی سوٹی (چھڑی) سے تمہارا دروازہ بھی کھٹکھٹایا کرتا تھا۔ آخر میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی نتیجے میں تمہارے پیرومرشد نے خواب میں تم لوگوں کو میرے پاس حاضر ہونے کا حکم دیا اور تم دونوں (میاں بیوی) اُسی دن حاضر ہوئے جو دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے معین تھا:ــ

دادِ اُو را قابلیت شرط نیست بلکہ شرطِ قابلیت دادِ اُوست

اس کے بعد جتنے دن حضرت قبلہ باباجیؒ نے منگلا کالونی میں قیام فرمایا ہم دونوں روزانہ عصر کے وقت باقاعدگی سے حاضرِ خدمت ہوتے رہے۔ آپ کی منگلا کالونی سے روانگی سے دو تین دن پہلے راقم الحروف نے عرض کی کہ اس عاجز کے ہاں کھانے کی دعوت قبول فرمائیں۔ یہ ہماری خوش نصیبی ہوگی۔ فرمانے لگے میں کسی کا کھانا بغیر اجازت محبوب سبحانی حضرت غوث الاعظمؒ قبول نہیں کیا کرتا۔ اگر اجازت ہوگئی تو کھالوں گا تم کل آکر پتا کرلینا۔ اگلے دن حاضر ہوئے تو فرمایا کہ اجازت ہوگئی ہے یہاں سے روانگی والے دن (یعنی دو یا تین دن بعد) دوپہر کا کھانا آپ کے ہاں کھاؤں گا۔ گھی اور مرچ بہت کم ہو۔ لہسن بالکل نہیں ڈالنا۔ سبزیوں میں کدو، مولی، شلغم، ٹنڈا میں سے کوئی ایک سبزی پکالینا اِس کے علاوہ اور کچھ نہ پکانا میں مرغن اور ثقیل غذا نہیں کھاتا۔ اس کے بعد تین سال تک (۱۹۶۴ء تا ۱۹۶۷ء) آپ اس علاقہ میں تشریف لاتے رہے اور دو تین ماہ کا مسلسل قیام اپنے مرید خاص صوفی محمد شریف قادری کے ہاں ہی فرماتے رہے۔ یہ جگہ منگلا کالونی سے تقریباً ڈیڑھ میل نہر اپر جہلم (پانی کے بہاؤ کی طرف) دائیں کنارے پر واقع ہے۔ جہاں صوفی محمد شریف صاحب نے اپنی ملکیتی زمین میں ایک علیحدہ خاص کمرہ بنوا کر حضرت قبلہ کے لئے مخصوص کردیا ہوا تھا جو بطور "متبرک بیٹھک باباجیؒ والی" اب تک قائم ہے جہاں صوفی صاحب ہر روز صبح شام جھاڑ پونچھ کرتے ہیں اور اس باباجی کی بیٹھک کو بطور

مسجد وقف کر دیا ہے۔ صوفی صاحب پر حضرت قبلہؒ کی خصوصی توجہ تھی۔ اپنی ظاہری زندگی میں ہی حضرت قبلہ باباجیؒ نے اُنہیں مریضوں کو الائچیاں اور پانی دم کرنے کی اجازت عطاء فرمادی تھی اور اُن کا یہ فیض عام بفضل تعالیٰ جاری و ساری ہے۔

حلیہ مبارک و لباس

کتابی چہرہ، کشادہ جبیں، موٹی موٹی سیاہ و سرگیں آنکھیں جن میں عرفان کی سرمستی جھلکتی گھنی بھنویں، دراز پلکیں۔ دندانِ مبارک تیسری دفعہ اُگے۔ ریش مبارک سفید، لمبی اور گھنے دراز گیسو۔ دراز قد، اکہرا بدن، لمبی لمبی پتلی انگلیاں۔ خوبصورت لمبے ناخن۔ سرخ و سفید رنگ، انوار و تجلیات کا مظہر۔ طویل مجذوبیت اور جان کاہ ریاضتوں و مجاہدوں کے اثر سے طبیعت شریف میں جمال پر جلال کا رنگ غالب تھا۔ طرزِ تکلم سرائیکی۔ گفتگو ٹھہر ٹھہر کر فرماتے۔

اپنی عمر کے آخری دور میں عام لباس یہ تھا: سر پر حاجیوں والا رومال باندھے رکھتے۔ کبھی زرد رنگ، کبھی نسواری اور کبھی سیاہ دھاری دار۔ گرمیوں میں ململ یا لون کا سفید کرتہ۔ سردیوں میں سفید پاپلین کا کرتہ اور سویٹر۔ دُھسہ یا کمبل بھی گاہے گاہے اوڑھتے۔ تہبند زیادہ تر سفید مگر کبھی کبھی آسمانی یا نسواری بھی باندھ لیتے۔ پاؤں میں ملتانی دیسی جوتی۔

خصائل مبارک

مکمل پابند شریعت۔ صوم و صلوٰۃ پر سختی سے کاربند۔ خلاف شریعت باتوں سے متنفر مریدین و معتقدین کو صوم و صلوٰۃ، سخاوت، ایفائے عہد، طلب صادق، عشق خالص، بلند ہمتی اور اخلاقِ حمیدہ کی تلقین اور ذمائم سے بچنے کی مسلسل تاکید فرماتے رہتے۔

طبیعت شریف میں انتہائی سادگی مگر نفاست کا مرقع۔ خوراک سادہ اور قلیل۔ انتہائی شب بیدار۔ بمشکل دو تین گھنٹے رات کو آرام فرماتے۔ ساری رات نوافل ذکر و اذکار میں گزر جاتی۔ "دہم صلواتہم دائمون" کی جیتی جاگتی تصویر۔ رات ایک بجے باقاعدگی سے غسل فرما کر تہجد ادا کرتے۔ گفتگو بہت کم فرماتے۔ سائل کی بات کا جواب اکثر ہاتھ یا سر کے اشارے سے فرما دیتے۔ البتہ مریدان و معتقدین خاص سے گاہے گاہے گفتگو فرما لیتے۔

کشادم چشم و بربستم لب خویش سخن اندر طریق ما گناہیست

سائل کی غرض بڑے غور سے سنتے اور جواب نیم مسکراہٹ کے عالم میں بالعموم ہاتھ یا سر کے اشارے سے ہی دے دیتے۔ سائل اگر وضاحت کی ضرورت محسوس کرتا تو کوئی مزاج شناس مرید اُسے تفصیل سمجھا دیتا۔

لب و لہجہ ملتانی تھا۔ بعض اوقات سائل کے حالات اُس کی آمد پر خود ہی بیان کرنا شروع کر دیتے گویا اُس کی کتاب زندگی آپ کی چشم بصیرت کے سامنے وا ہے۔

حضرت قبلہ گفتگو سرائیکی زبان میں فرماتے جسے سن کر بعد ازاں اُردو کے قالب میں ڈھال کر میں نوٹ کر لیتا اور کسی فرصت میں قلمبند کر لیتا۔ آپ کے وہ ارشادات جو میں نے آپ سے براہِ راست سنے وہ تقریباً سب یہاں درج کر دیئے ہیں۔ البتہ اپنے ذاتی مشاہدات میں صرف چند بطور "نمونہ مشتے از خروارے" درج کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے۔

وہ علم کم بصری، جس میں ہم کنار نہیں تجلیاتِ کلیم و مشاہداتِ حکیم

مشرب: آپ امام اعظم ابو حنیفہ حضرت نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشرب پر تھے۔ مسلک اہل سنت والجماعت تھا۔

طریقت: سلسلۂ عالیہ قادریہ میں حضرت سلطان نور احمد قادری رحمتہ اللہ سے بیعت تھے جو سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ (ضلع جھنگ پنجاب) کی اولاد سے ہیں جن کا سلسلۂ بیعت مختلف واسطوں سے محبوبِ سبحانی، قطب ربانی، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی غوث الاعظم پیر دستگیرؒ سے جا ملتا ہے۔

کشف و کرامات کا جواز

راقم الحروف کے شیخ محترمؒ اپنے پیر کامل و مکمل حضرت میاں غلام محمد سہروردیؒ (حیات گڑھی) کے تذکرہ میں اپنی تصنیف "تعارف سہروردیہ" میں لکھتے ہیں:

"ہمیں اس بات پر ایمان ہے کہ درویش کا صحیح مقام اُس کے کشف و کرامت ہی سے ظاہر ہوتا ہے لیکن بعض درویش اس سے کام لینا عوام کی تسکین کے لئے ضروری سمجھتے ہیں، بعض غیر ضروری اور بعض درویشوں نے تو کشف و کرامات کے اظہار کے معاملہ میں عورت کے حیض و نفاس سے تشبیہ دی ہے اور وہ اس

امر کے قائل ہی نہیں کہ اس کو ظاہر کیا جائے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ درویش کو اپنا آپ اور اپنی مکاشفانہ کیفیتوں کو ایسا چھپانا چاہیئے۔ جیسے عورت اپنے حیض و نفاس کو چھپاتی ہے مگر میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا یہ مشرب نہ تھا بلکہ آپ فرمایا کرتے کہ کشف و کرامات بے ایمانوں کے لئے ایمان بخشنے والی حقیقت ہے۔ بھٹکے ہوئے مزاجوں اور پھیلی ہوئی بد عقیدہ طبیعتوں کو اگر ایمان ملتا ہے اور ملتا رہا ہے تو کشف و کرامات کے دامن ہی میں ملتا رہا ہے۔ جہاں تحقیق و تدقیق کی منزلیں ختم ہو جاتی ہیں، علمی دلائل اور عقلی ثبوت کام نہیں دیتے وہاں پر کام کرنا کشف و کرامات اولیاء ہی کا کام ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام نے آیات و اقوال سے تبلیغ کا سلسلہ جہاں منقطع ہوتے دیکھا ہے وہاں معجزات و کرامات اور انکشافاتِ باطنی ہی سے کام لیا ہے۔ الغرض حضرت قبلہ میاں صاحبؒ کی کشفی کیفیت ایسی تھی جس طرح بارش کے قطرے پیہم گرتے ہیں اور سائل کے حالات یوں بیان ہو رہے ہوتے گویا وہ اولاد کی طرح ہر لحظہ پاس ہی پرورش پا رہا تھا۔"

حضرت قبلہ پیر احمد شاہ قادریؒ کا بھی یہی مشرب تھا چنانچہ آپ کے بیان کردہ فرمودات اسی کے شاہد ہیں۔ کمترین ان واقعات کو یہاں بطور "جگ بیتی" اور "ہڈ بیتی" درج کر رہا ہے۔ راقم الحروف کے مشاہدہ میں بیسیوں ایسے واقعات آئے کہ کئی مریض حاضر خدمت ہوتے اور جب بیماری کا ذکر کرنے لگتے تو آپ اُنہیں ہاتھ کے اشارے سے خاموش رہنے کا حکم دے دیتے اور فرماتے کہ مجھے سب علم ہے اس کے بعد اُن مریضوں کے عقائد اس قدر پختہ ہو جاتے کہ آپ کا فرمودہ علاج دل و جان سے شروع کرتے، اور بفضل تعالیٰ شفایاب ہو جاتے۔

مختصر حالاتِ زندگی مشتمل بہ فرمودات

اگست ۱۹۶۶ء کی ایک نشست میں فرمایا :

ولدیت وپیدائش: میرے والد گرامی کا نام سید حبیب شاہ قادری تھا جو جلال آباد (افغانستان) میں رہائش پذیر تھے۔ آپ مادر زاد ولیٔ کامل تھے۔ میری پیدائش بھی وہیں (جلال آباد) ہوئی۔ میری عمر اس وقت تقریباً ایک سو بتیس سال ہے۔ گویا اس لحاظ سے آپ کی ولادت باسعادت عہد مغلیہ میں ۱۸۳۳ء میں ہوئی اور لیل و نہار زمانہ دورِ مغلیہ۔ سکھوں کا عہد حکومت۔ انگریزی دور اور موجودہ دورِ مملکت پاکستان پر مشتمل ہے۔

بیعت اور سیاحت: فرمایا : والدین کا سایہ بچپن میں ہی اُٹھ گیا جبکہ میری عمر چار یا پانچ سال تھی۔ سات یا آٹھ سال کا تھا تو حکم باطنی ہوا کہ پشاور پہنچو۔ بچپن میں ہی سایۂ مادری و پدری سے محرومی طبیعت پر اثر انداز ہوئی اور دل پر چوٹ طبیعت کے جلا کا باعث بن گئی۔ چنانچہ بحکم باطنی جلال آباد سے پیدل بمشکل تمام پشاور پہنچا۔ حسن اتفاق سے اُن دونوں حضرت سلطان نور احمد قادریؒ جن کا سلسلۂ نسب حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ سے ملتا ہے بسلسلہ سیاحت و تبلیغ پشاور میں تشریف فرما تھے۔ اُن کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور بیعت کی درخواست کی۔ سلطان صاحبؒ مسکرائے اور کمال شفقت سے فرمایا کہ بیٹا یہ راہ بڑی کٹھن ہے۔ تم ابھی بچے ہو۔ سوچ لو کہ اس عمر میں اس بار گراں کے متحمل بھی ہو سکو گے؟ میں نے اقرار کیا اور بیعت کے لئے اصرار کیا مگر حضور خاموش رہے۔ حضرت سلطانؒ جہاں جہاں بسلسلہ تبلیغ اور رُشد و ہدایت تشریف لے جاتے میں بھی اُن کے پیچھے پیچھے دست بستہ ہمراہ رہتا۔ ہر لحظہ اُن کا چہرہ مبارک ہی دیکھتا رہتا۔ اُن کی زیارت ہی میرا حاصل ایمان تھی۔ گویا یہی میری نماز تھی اور یہی میرا وضو۔ تقریباً چار یا پانچ سال بعد جب میری عمر بارہ یا تیرہ سال ہوئی تو حضرت سلطان صاحب نے بیعت سے مشرف فرمایا اور ساتھ ہی متنبہ کر دیا کہ بیٹا ڈیوٹی سخت لی جائے گی۔ میں نے عرض کی حضور! غلام ہر طرح حاضر ہے۔ چنانچہ حکم فرمایا کہ ہر مملکت ارضی میں اتنا اتنا وقت گزارنا ہو گا ساتھ ہی نگاہ فرمائی اور مجذوبیت کی کیفیت طاری کر دی۔ پچاسی سال کی عمر تک مجذوبیت کا عالم رہا۔ اس دوران اناج بالکل نہیں کھایا۔ جنگلوں اور بیابانوں میں بسیرا کرتا حکم تھا کہ ساری دنیا کی سیاحت کی جائے لہذا بحکم

مرشد پاک ولایت، روس، جرمنی، عراق، جاپان، اٹلی، فرانس، برما، بغداد شریف، ہانگ کانگ، انڈونیشیا، ملائیشیا، ترکی، شام، ایران اور ہندو پاکستان، بنگال، کانگڑہ، اجمیر شریف، بہاول پور، نواب شاہ، لائل پور اور دیگر مقامات پر متعینہ مدت کے مطابق پھرتا اور قیام کرتا رہا۔ پھل، پیلو، ڈیلے اور اسی قسم کے اور جنگلی پھل جو میسر آتے اُن پر گذر اوقات کیا کرتا۔ مجذوبیت کے عالم میں سر کے بال زلفوں کی طرح اس حد تک بڑھ گئے تھے کہ قریباً قد کے برابر ہو گئے۔ ناخن بھی بہت بڑھ گئے۔ البتہ ہر ماہ چاند کی گیارھویں شریف کی شام کو خود بخود سکر سے صحو کے عالم میں آجاتا۔ اُس دن لوگوں کا خود بخود میلہ لگ جاتا۔ ختم شریف کراتا اور بلا تخصیص مذہب و ملت اور ادنیٰ و اعلیٰ تبرک مساویانہ طور پر تقسیم کر دیتا۔ پچاسی سال کے بعد ہوش کے عالم میں آگیا اور اب گذشتہ پچاس برس سے برصغیر میں ہی ہوں۔ عمر کا بیشتر حصہ چونکہ مجذوبیت کے عالم میں گذرا اس لئے مجرد ہی رہا۔

کچھ توقف کے بعد فرمایا :

جن دنوں میری انگلینڈ میں ڈیوٹی تھی۔ جنرل نواب سر عمر حیات خان ٹوانہ جو میرے حلقہ بگوشوں میں سے تھے اکثر آتے جاتے رہتے۔ اُن کے انگریز دوست اُنہیں کہتے کہ ہمیں بھی اپنا پیر پادری دکھاؤ چنانچہ کئی انگریز اُن کے ہمراہ آتے پاؤں سے جوتے اُتار کر اپنے ہیٹ HAT ہاتھ میں لئے حاضر ہوتے اور اپنے ہیٹوں میں تبرک حاصل کرتے۔ اس طرح سینکڑوں انگریز میرے عقید تمندوں کے حلقہ میں شامل ہو گئے۔

انوکھی وضع ہے سارے زمانے سے نرالے ہیں
یہ عاشق کون سی بستی کے یارب رہنے والے ہیں؟

(اقبالؔ)

رحمت حق بہانہ می جوید

۹ ستمبر ۱۹۶۶ء کی ایک نشست میں فرمایا : میں ہر ماہ گیارھویں شریف پکواتا ہوں اور غریبوں میں خود تقسیم کرتا ہوں۔ اس بہانے حاجت مند سینکڑوں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں آتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بیمار شفایاب ہوتے ہیں اور اُن کی دوسری جائز حاجتیں بھی اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے پوری ہوتی رہتی ہیں۔ اپنی حاجت بر آنے پر اپنی خوشی سے گیارھویں شریف کے لئے راشن لاتے ہیں جو پکا کر حاضرین میں برابر برابر تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ سرکار کا

لنگر ہے جو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے جاری ہے۔ لوگ فیض یاب ہوتے ہیں۔ فقیر کا کیا ہے؟ سب اللہ کا مال ہے روپیہ پیسہ جو نذرانہ آتا ہے تمام کا تمام راہِ خدا میں خرچ کر دیا جاتا ہے۔ ایک ہاتھ آتا ہے دوسرے ہاتھ خرچ کر دیا جاتا ہے۔ فقیر دامن جھاڑ کر اُٹھ بیٹھتا ہے۔ آج تک کسی سے سوال نہیں کیا نہ ہی سوال کرنے کی اجازت ہے اپنی من مرضی اور خوشی سے فقیر کے پاس عقیدت مند جو بھی نذرانہ لاتے ہیں اُن کی دل جمعی کے لئے قبول کر لیا جاتا ہے۔ مال جمع نہیں کیا جاتا طمع نہیں کیا جاتا۔ سب کچھ راہِ خدا میں خرچ کر دیا جاتا ہے۔ گیارھویں شریف درحقیقت خیرات کا ایک ذریعہ ہے۔ خرچ کرنے والے کے دل کی میل صاف ہوتی ہے۔ رزق میں برکت پڑتی ہے۔ مستحقین اُس سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ یہ سرکار غوث پاک کا صدقہ ہے۔ بنامِ خدا یہ سلسلہ بصورت لنگر جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی رحمت ہے۔

کچھ توقف کے بعد فرمایا : بیٹا! مریضوں کو ہر جمعرات سبز الائچیاں اور پانی دم کر کے دیتا ہوں۔ حضور غوث پاکؒ کی طرف سے ہر مریض کے لئے علیحدہ علیحدہ کوئی لفظ اُس پانی اور الائچیوں کے دانوں پر دم کرنے کے لئے حکم ہو جاتا ہے جو انہیں دے دیا جاتا ہے۔ ہدیہ یا نذرانہ جو وصول ہوتا ہے وہ گیارھویں شریف پر خرچ ہوتا ہے اس کے علاوہ اپنی خوشی سے جو کوئی رقم وغیرہ پیش کرے قبول کر لی جاتی ہے۔ نہ طمع، نہ منع، نہ جمع۔ بعض اوقات حسب الحکم حضور غوث پاک کچھ رقم پس انداز کر کے ان کی ہدایت کے مطابق بغداد شریف سرکار کے مزار مبارک پر متولین کو بھیج دی جاتی ہے۔ یہ میرا شروع سے معمول رہا ہے۔ سالانہ ختم شریف پر جو نقدی بھی بھیجتا ہوں وہ نوٹ بھی بالکل نئے ہوتے ہیں۔ یعنی ان لگ غیر استعمال شدہ۔ کیونکہ میں پرانے اور استعمال شدہ نوٹوں کو اُس دربارِ عالیہ کے لائق نہیں سمجھتا۔ یہ میرا عقیدہ سمجھو یا عشق و محبت۔ اصل چیز عشق اور محبت ہی ہے۔ جب عشق کامل ہو جاتا ہے تو عرفان اور معرفت کی راہیں کھل جاتی ہیں اور منزل پھر دُور نہیں رہتی۔ بیٹا! یہ راہ بہت پُر کٹھن ہے۔ جو صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، اُس کے محبوب کی کرم نوازی اور بزرگوں کی توجہ سے ہی طے ہوتی ہے۔

ما بداں منزلِ عالی نتوانیم رسید   ہم مگر لطف شما پیش نہد گامے چند

(حافظ شیرازی)

سیاحت اور ختم شریف کا اصل مقصد

حضرت قبلہ کے ماہانہ گیارھویں شریف کے اہتمام کا ظاہری مقصد جہاں ایک طرف مخلوق خدا کو نفع پہنچانا ہوتا تھا خواہ غربا و مساکین کی حاجت برآری کی شکل میں ہو، مایوس العلاج مریضوں کا علاج یا صراطِ مستقیم کی ہدایت و تلقین ہو جس سے ہزاروں نامسلم حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے اور بدعقیدہ تائب ہوئے تو دوسری طرف باطنی پہلو بھی تھا جو سلیم الطبع افراد کے تزکیۂ نفس کا ایک ذریعہ و سبب بنتا۔ ے

نگاہِ عشق دلِ زندہ کی تلاش میں ہے　　　شکارِ مردہ سزاوارِ شاہباز نہیں

(اقبالؒ)

عرفانِ الٰہی کے متلاشیوں کی فیض یابی کے دوش بدوش مملکت الہیہ کے ظاہری انتظام کی مشیت ایزدی کے تحت بہ چشم باطن نگرانی کے لئے ملک بہ ملک شہر بہ شہر اور قریہ بہ قریہ سیاحت اپنے دامن میں نورِ ہدایت کی روشنی پھیلانے کا ایک بہانہ تھی۔ گویا اپنی توجہ اور ہمت باطنی سے قبولیت کی صلاحیت رکھنے والوں کی کیفیات کو بدلنا شریعت سے طریقت اور پھر معرفت اور حقیقت کی منازل سے مرحلہ وار گذار کر انہیں صحیح معنوں میں باخدا بنانا تھا اور یہ فیضانِ ربی----؟

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم

توجہ اور اُس کی اقسام

راقم الحروف کے پیرومرشد اپنی تصنیف "الفقر فخری" میں "فقر اور فقیر" کے باب میں تحریر فرماتے ہیں:

"فقیر مؤلف کتاب ہذا ابوالفیض قلندر علی سہروردی کہتا ہے کہ فقیر وہ ہوتا ہے جو مرید کو اپنی توجہ و تصرف سے حضور میں تو مطمئن رکھے اور غیبت میں فتنۂ نفس سے محفوظ کرے۔ اپنے اخلاق و اسباق سے ارادت مند کی ایسی تربیت کرے کہ اُس کے باطن کو اپنی توجہ سے مشرف اور اپنے نورِ اشراق سے منور بنا دے اور اگر بیعت سے قبل لوحِ محفوظ سے اس کی ارادت اور بیعت کا ثبوت نہ پائے تو

اُس کو یہ کہہ کر رخصت دے دے کہ میرے پاس کوئی خدمت کا وظیفہ نہیں رہا جس پر تم قیام کر سکو۔

آگے چل کر لکھتے ہیں کہ توجہ درویش میں چار قسم پر کام کرتی ہے:

اول اِلقائی: "زیر سایہ شیخ مرید کا حاضر ہو کر توجہ پیر کے ساتھ ہر وسوسہ سے محفوظ رہنا اور اُس کا متواتر اثر انداز ہونا جیسے مکان کا سایہ، یہ اِلقائی کہلاتی ہے۔ یعنی بیعت کے بعد ارادت مند شیخ کے سایہ میں اس طرح مصئون و محفوظ ہو جاتا ہے جیسے کوئی شخص مسقف پختہ مکان میں دھوپ، آندھی، برسات و دیگر حوادث سے حفاظت میں ہوتا ہے۔ اُس کو شیخ کامل کی اس توجہ کی برکت سے فتنہ نفسانیہ اور وسوسۂ شیطانیہ کا ڈر نہیں رہتا۔

دوئم اتحادی: وہ ہے کہ شیخ اور ارادت مند کی مجلس متحد ہو۔ ایک مقام معین پر شیخ توجہ دینے کے لئے اور مرید توجہ لینے کے لئے آمادہ ہو۔ دونوں کا خیال اور ارادہ ایک ہو۔ جیسے چکوہ اور چکوی نر و مادہ جن کے متعلق مشہور ہے کہ وہ اولاد پیدا کرنے کے لئے جفت نہیں ہوتے بلکہ ایک دوسرے کے سامنے صرف متحد الخیال ہو کر اس نیت پر بیٹھ جاتے ہیں تو مادہ صرف خیال ہی سے بوجھل ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی مرید بھی شیخ کی اس توجہ سے حصہ معرفت پالیتا ہے۔

کسی ہندو صوفی کا قول ہے :

ریت پریت پریم رس، چکوا کرے دھیان   بنی ہو کے سنگرے، تب پاوے بھگوان

سوئم اتصالی: وہ یہ ہے کہ شیخ اور ارادت مند میں گو ظاہری طور پر ہزاروں کوس کی مسافت ہو مگر مرید کے مجاہدے اور شیخ کی مہربانی سے فیضانِ باطنی ارادت مند کو ہر لحظہ مستقل طور پر ایسے پہنچتا رہتا ہے جیسے دریا کا پانی کھیتی کو بغیر انقطاع کے ملتا رہتا ہے اور وہ سرسبز و شاداب ہوتی رہتی ہے۔ یعنی دریا کہیں ہوتا اور کھیتی کہیں مگر پانی کے مسلسل پہنچنے سے کھیتی کی سیرابی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

چہارم انعکاسی: وہ یہ ہے کہ فیضانِ معرفت ارادت مند پر اس طرح جلوہ گر ہوتا ہے جیسے سورج آسمان پر ہو اور دھوپ زمین کے پانی پر پڑے اور اُس کا عکس مکان کے اندر پایا جائے۔ یہ اکثر اوقات اس وقت ہوتی ہے جب مرید براہِ راست تجلیات الہیہ کے بے حجابانہ پانے کے لئے بے قرار ہو جس کی بہترین مثال سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں قرآن

کریم نے بیان فرمائی ہے۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں جب دیدارِ بے حجابانہ کی تمنا کی تو حکم ہوا کہ تو نہیں دیکھ سکتا۔ دیکھنے کے لئے میرے اور اپنے درمیانی پہاڑ کو تجلی گاہ بنا لے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور تجلی الٰہی پہاڑ سے انعکاسی طور پر موسیٰ علیہ السلام پر پڑی۔"

جسے اللہ رکھے

۲۲ ستمبر ۱۹۶۶ء کی ایک نشست میں فرمایا : کافی مدت ہوئی دریائے سندھ کے کنارے نواب شاہ سندھ کے قریب میں نے گھاس پھونس کی ایک جھونپڑی میں تقریباً چھ سال گزارے۔ ایک دفعہ اس قدر طغیانی آئی کہ گاؤں کے گاؤں بہہ گئے۔ آس پاس کا تمام علاقہ زیر آب آگیا۔ پانی کئی فٹ اونچا ہوگیا، اور حد نظر تک پانی ہی پانی نظر آتا تھا۔ پانی جب زیادہ چڑھنا شروع ہوا تو میں اُس درخت پر جس کے نیچے میری جھونپڑی تھی چڑھ گیا۔ سیلاب کا اس قدر زور تھا کہ تمام درخت ایک ایک کرکے جڑوں سے اُکھڑ کر پانی میں بہہ گئے کئی لوگوں کے مال مویشی اور گھر کا مال اسباب بھی بہہ گئے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ صرف میرا درخت تھا جو تنے سمیت قائم کھڑا رہا۔ آس پاس کی مٹی بھی شکست و ریخت سے گر گئی۔ کافی دنوں کے بعد جب حالات معمول پر آئے تو لوگ میرا بھی پتہ کرنے وہاں پہنچے۔ اُن کا خیال تھا کہ باباجی پانی میں بہہ گئے ہوں گے۔ دُور سے اُنھوں نے میرا درخت صحیح و سلامت حالت میں پایا تو کشتیوں کے ذریعے وہاں پہنچے اور مجھے بفضل تعالیٰ صحیح سلامت پایا۔ جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے۔

درخت کا حصہ جسم کے آرپار

۲۶ جنوری ۱۹۷۲ء کی ایک نشست میں فرمایا :

کافی عرصہ ہوا مجذوبیت کے عالم میں کانگڑہ (بھارت) کے ایک گھنے جنگل میں جنڈ کے درخت کے نیچے میں نے ڈیرہ لگا رکھا تھا صرف ایک چادر جسم پر لپٹی ہوتی تھی جس سے ستر پوشی کئے رہتا اور آدھا حصہ گردن کے پیچھے گانٹھ دے کر سینے کو ڈھانکا ہوتا۔ اسی مستی کے عالم میں ایک دن جنڈ کا درخت جڑ سے اُکھڑ کر مجھ پر آن پڑا اور اُس کا خاردار حصہ میرے جسم میں پیوست ہو کر آرپار نکل گیا۔ اسی حالت میں کئی دن گزر گئے۔ بھیڑ بکریاں جو چرنے کے لئے آس پاس آتیں وہ اُس درخت کے قریب نہیں آتی تھیں علاقے میں مشہور ہو گیا کہ فلاں جنگل میں

ایک جنڈ کا درخت گرا پڑا ہے اُس کے آس پاس چرند پرند نہیں جاتے۔ "ھو ھو" کی آوازیں آتی ہیں۔ چنانچہ تلاش و جستجو کے چند متوالے ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہاں آ پہنچے۔ اُنھوں نے خاردار شاخوں اور لکڑی کو میرے جسم سے باہر نکالنے کی کوشش کی مگر میں نے اُنھیں اشارے سے منع کر دیا کہ ایسا نہ کرو۔ چنانچہ وہ انتظار میں بیٹھ گئے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت کہ انتہائے جذب کی حالت میں میرے منہ سے "اللہ ھُو" کا بڑے زور سے کا نعرہ نکلا اور درخت کا حصہ بمعہ شاخوں کے خود ہی میرے بدن سے نکل کر پرے جا پڑا۔ لوگوں نے چارپائی پر مجھے ڈال لیا اور گاؤں میں لے آئے۔ پھر علاج معالجہ شروع کیا۔ دو تین ماہ بعد اللہ تعالیٰ نے صحت بخشی۔ جسم پر اُن زخموں کے نشان ابھی تک باقی ہیں۔

اس مجلس میں حضرت قبلہؒ نے راقم الحروف کو صرف اپنے بازوؤں والے نشان ہی دکھائے۔

شیروں کی فرمانبرداری

ستمبر۱۹۶۶ء کی ایک نشست میں فرمایا :

انگریزوں کے دورِ حکومت میں آج سے تقریباً پچاس ساٹھ سال پہلے قلعہ شیخوپورہ میں جب میری ڈیوٹی لگی تو یہ علاقہ بالکل غیر آباد تھا اور بہت گھنا جنگل تھا۔ جہاں آج کل سشن جج کی کوٹھی ہے۔ وہاں قریب ہی بہت بڑا ٹیلہ ہوا کرتا تھا۔ میں نے پہلی دفعہ اس علاقہ میں اُسی ٹیلے پر قیام کیا۔ ٹیلے کی ایک کھوہ (غار) میں شینہوں (شیروں) کا ایک جوڑا رہتا تھا۔ دو اُن کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔ میری آمد پر انہوں نے مجھے گھورا۔ میں نے اُنہیں نصیحت کی کہ اب اس جگہ پر میری ڈیوٹی لگ گئی ہے اور اب میرا قیام یہیں ہوگا اس لئے تمہارے لئے دو ہی راستے ہیں۔ ایک یہ کہ اگر یہاں رہنا چاہتے ہو تو بے ضرر طریقے پر رہو اور یہ گھورنے کا شیوہ بالکل چھوڑ دو کیونکہ یہاں میرے پاس مخلوق خدا نے آنا جانا ہے۔ اگر یہ نہیں کر سکتے تو یہاں سے فوراً اپنا کنارہ کر لو اور کوئی دوسرا اپنا ٹھکانہ ڈھونڈ لو۔

چار پانچ دن کے بعد وہ شیروں کا جوڑا سر جھکائے بڑے ادب کے ساتھ اپنی کھوہ سے نکل کر اوپر میرے پاس ٹیلے پر آیا اور دونوں نے میرے پاؤں پر اپنے سر رکھ دیئے۔ میں نے اُن کی پیٹھ پر تھپکی دی اور کہا کہ جاؤ بیٹا اپنی غار میں آرام کرو تمہاری خوراک کا انتظام آئندہ میرے

ذمے ہو گا اور تمہیں وہیں بیٹھے بٹھائے ہی مل جایا کرے گا۔ چنانچہ اس دن کے بعد جو نذر نیاز آتی اس میں سے بکرے، دنبے اور مرغ حلال کرنے کے بعد روزانہ دو وقت گوشت کا کچھ حصہ اُن کی غار میں ڈال دیا جاتا۔ کافی عرصہ وہ جوڑا وہیں مقیم رہا۔ حتیٰ کہ جب اُن کے دونوں بچے جوان ہو گئے تو پھر وہ ایک دن سب وہاں سے نکل کر کہیں اور چلے گئے۔ اس کے بعد اُس غار میں دوبارہ نہ آئے۔

تو از حکم داور نہ ہرگز مپیچ که ہرگز نہ پیچد ز حکم تو ہیچ
(سعدیؒ)

یہ تیرے پُراسرار بندے!

اگست و ستمبر ۱۹۶۶ء میں آپ ڈھوک کملا نزد منگلا کالونی مقیم تھے۔ وہاں کا پانی صقیل تھا اس لئے راقم الحروف کو فرمایا کہ میرے لئے تھرموس میں منگلا کالونی سے پانی لایا کرو چنانچہ تعمیل ارشاد کرتا رہا۔ اسی دوران میرے بچوں کی لاپرواہی سے دو تھرموس یکے بعد دیگرے ٹوٹ گئیں تیسری تھرموس خرید کر ۷ ستمبر کو پانی لے کر حاضرِ خدمت ہوا اور ان کے سامنے پڑی ہوئی تپائی پر تھرموس رکھ دی۔ اچانک ایک کوے نے آکر تھرموس نیچے گرا دی جو ٹوٹ گئی۔ میں نے دل میں نئی تھرموس خرید کر اُس میں پانی لانے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ فرمایا:

بیٹا! ہر کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ کافی عرصہ ہوا خواجہ عبدالغفور (جو آج کل چیف انجینئر واپڈا ری سیٹلمنٹ میرپور آزاد کشمیر ہیں) اُن دنوں بہاول پور میں چیف انجینئر محکمہ نہر تھے وہ بھی ہمیشہ ٹھنڈے پانی سے بھری ہوئی ایک بڑی تھرموس لا کر میرے پاس رکھتے تھے۔ اتفاق سے وہ تھرموس ٹوٹ گئی۔ خواجہ صاحب فوراً دوسری لے آئے۔ حکمت ربی سات آٹھ دنوں میں سات تھرموسیں ٹوٹ گئیں۔ خواجہ صاحب ہر بار نئی تھرموس لا کر رکھ دیتے۔ جب سات تھرموسیں ٹوٹ گئیں تو میں نے اُنہیں کہا کہ رہنے دیجئے اب اور لانے کی ضرورت نہیں۔ خواجہ صاحب نے دست بستہ ہو کر عرض کی کہ حضور! میری جان، مال اولاد ہر چیز آپ پر قربان ہے۔ خواہ دن میں ایک سے زیادہ بھی ٹوٹتی رہیں میں پھر بھی یہاں نئی تھرموس لا کر رکھتا رہوں گا۔ سبحان اللہ! کیا خلوص و محبت اور عشق ہے اللہ تعالیٰ کی حکمت دیکھئے اُس کے بعد پھر کوئی تھرموس نہ ٹوٹی۔

کچھ توقف کے بعد فرمایا میں تقریباً دو ماہ وہاں مقیم رہا۔ میرا معمول تھا کہ خواہ گرمی ہو یا سردی ٹھنڈے پانی سے تہجد کے وقت غسل کرتا تھا۔ ویسے بفضل خدا میرا وضو شام سے فجر تک قائم رہتا ہے۔ مگر غسل کے وقت پھر بھی وضو کر لیا جاتا ہے۔ حسب معمول ٹھنڈے پانی سے غسل کر کے کمرے میں آیا۔ سخت سردی کا موسم تھا۔ اندر کمرے میں انگیٹھی جل رہی تھی۔ کمرہ خاصا گرم تھا۔ کچھ دیر بعد مجھے پیشاب کی حاجت ہوئی باہر گیا۔ فارغ ہو کر واپس آیا تو بخار ۱۰۵ ڈگری تک ہو گیا۔ سینے اور پسلیوں میں سخت درد ہو رہا تھا۔ کمزوری بھی بہت ہو گئی۔ نقاہت کا یہ عالم کہ مصلے سے اُٹھ نہ سکا۔ کمرے کی چٹخنی بند کی ہوئی تھی۔ اسی حالت میں صبح ہو گئی۔ خواجہ صاحب حسب معمول ناشتہ لے کر آ گئے۔ دروازہ بند تھا انہوں نے کھٹکھٹایا مگر مجھ میں اُٹھ کر چٹخنی کھولنے کی طاقت تو درکنار اتنی بھی ہمت نہ رہی تھی کہ اونچی آواز سے جواب دے سکتا۔ خواجہ صاحب کافی دیر تک دروازہ کھٹکھٹاتے رہے۔ جواب نہ پا کر سخت گھبرا گئے۔ فوراً مستری کو بلوایا اور اسی پریشانی کے عالم میں کھڑکی کے قبضے کھلوا کر کھڑکی کے راستے اندر داخل ہوئے۔ میری حالت دیکھی تو اور بھی گھبرا گئے۔ فوراً ڈاکٹر کو بلوایا جو نواب صاحب بہاول پور کا معالج خاص تھا ڈاکٹر نے میرا معائنہ کیا۔ کہنے لگا انہیں تو شدید ڈبل نمونیا ہو گیا ہے۔ چنانچہ علاج جاری کر دیا۔ مشیت ایزدی دیکھو کہ علاج کا مطلقاً کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ کمزوری دن بدن بلکہ لحظہ بہ لحظہ بڑھتی جاتی تھی اسی حالت میں پندرہ دن گزر گئے۔ میں نے خواجہ صاحب کو کہا کہ مجھے ڈاکٹری علاج سے آرام نہیں آئے گا آپ مجھے فوراً حضرت داتا صاحبؒ کے دربار پر لاہور لے چلیں۔ وہاں ایک درویش آیا ہوا ہو گا۔ میرا علاج اُس کے ذمے لگا ہے اور مجھے صحت بھی اُسی کے علاج سے حاصل ہو گی۔

خواجہ صاحب میری حالت دیکھ کر سخت گھبرا گئے ہوئے تھے اور میرے لئے بستر پر مکمل آرام اور علاج کے حق میں تھے، مگر پھر بھی حکم کی تعمیل میں فوراً کار منگوائی۔ مجھے کرسی پر بٹھا کر کار میں ڈالا اور وہاں سے بہاول پور ریلوے سٹیشن پر لائے۔ پھر اسی طرح کار سے اُتار کر کرسی پر بٹھا کر اُس پلیٹ فارم پر لائے۔ جو نواب صاحب بہاول پور کے لئے خاص طور پر بنایا گیا تھا۔ وہاں سے سپیشل گاڑی کے کمرے میں لٹا دیا گیا۔ یہ سپیشل بوگی کراچی سے لاہور جانے والی ٹرین کے ساتھ لگوائی گئی اور اس طرح میں لاہور سٹیشن پر پہنچا وہاں پھر اُسی طرح کرسی پر ڈال کر پلیٹ فارم سے باہر لائے اور کار میں لٹا دیا۔ یہاں میری حالت کو دیکھ کر انہوں نے ہسپتال جانے

کا ارادہ کیا مگر میں نے اُنہیں منع کر دیا کہ میں ہسپتال نہیں جاؤں گا یہاں لاہور میں میرا ایک مرید شیر محمد ہیڈ ماسٹر ہے اُسے فوراً خبر کی جائے چنانچہ خواجہ صاحب نے پہلے مجھے ایک دوست کے ہاں ٹھہرایا اور خود شیر محمد ہیڈ ماسٹر کا پتہ کرنے چلے گئے۔ اُسے ڈھونڈ کر ساتھ لے آئے۔ شیر محمد مجھے اپنے گھر لے آیا اور علیحدہ کمرے میں میرا بستر جما دیا۔ میں نے شیر محمد سے کہا کہ تم اسی وقت داتا صاحبؒ کے دربار پر جاؤ۔ سرکار کی پائنتی کی طرف ایک پھٹی پرانی سی گدڑی والا فقیر بیٹھا ہو گا۔ اُس کا سر گول ہے اور سر کے بال خشخشی ہیں۔ داڑھی رخساروں پر نہیں صرف ٹھوڑی پر لمبی کالی داڑھی ہے۔ تم خود اُن سے کوئی بات نہ کرنا۔ پاس جا کر بڑے ادب سے صرف اُن کے پاؤں اور پنڈلیاں دبانی شروع کر دینا اور حکم کا انتظار کرنا۔ چنانچہ شیر محمد حسب ہدایات حضور داتا صاحبؒ کے دربار پر پہنچا تو اُسی حلیے کے درویش کو سرکار کی پائنتی بیٹھے ہوئے پایا۔ شیر محمد نے اُن کے پاس آ کر پنڈلیاں اور پاؤں دبانے شروع کر دیئے۔ اُنہوں نے منع فرمایا۔ "ہوں۔" "ہوں" کیا کرتے ہو۔ حضور داتا صاحب سامنے بیٹھے ہیں اُن کے سامنے میرے پاؤں اور پنڈلیاں دباتے ہو۔ یہ بے ادبی ہے۔ شیر محمد نے پنڈلیاں دبانی چھوڑ دیں۔ وہ درویش خود ہی شیر محمد کو فرمانے لگے پیر صاحب آ گئے ہیں؟ اُس نے عرض کی جی حضور آ گئے ہیں۔ فرمانے لگے تو پھر اُٹھو اور میرے پیچھے پیچھے چلتے جاؤ۔ شیر محمد اُن کے حکم کے مطابق اُن کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ وہ درویش خود ہی پُر پیچ گلیوں سے ہوتے ہوئے شیر محمد کے مکان (واقعہ لوہاری یا بھاٹی گیٹ) کے باہر دروازے پر جا کھڑے ہوئے پھر بیٹھک کے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر شیر محمد کو فرمانے لگے۔ یہی ہی نا تمہارا گھر اور شاہ صاحب یہیں ٹھہرے ہوئے ہیں نا؟ اُس نے دست بستہ عرض کی جی حضور یہی غریب خانہ ہے اور حضرت قبلہ بھی یہی تشریف فرما ہیں۔

چنانچہ وہ درویش بیٹھک میں داخل ہوئے۔ میں اُن کا منتظر تھا۔ شیر محمد نے فوراً چائے دم کرائی اور تھوڑی دیر بعد چائے دانی، دودھ بسکٹ اور مٹھائی میز پر چن دی۔ وہ درویش کہنے لگے میں تو خالی چائے پیوں گا ساتھ کچھ نہیں کھاؤں گا۔ اُنہوں نے خود ہی دو پیالیوں میں چائے بنا لی۔ ایک خود لی اور دوسری میری طرف بڑھا دی۔ مجھے فرمانے لگے چائے کو فوراً منہ میں انڈھیل لیں۔ آہستہ آہستہ نہیں پینی۔ میں نے گرم گرم چائے کی پیالی ایک دم منہ میں انڈھیل لی۔ چائے کا معدہ میں پہنچنا تھا کہ بخار جو ۱۰۵ درجہ کا تھا فوراً ٹوٹ گیا۔ نہ کھانسی کا نشان رہا اور نہ بلغم کا۔ اُس وقت بیٹھک کے سب دروازے بند تھے اُنہوں نے دو اڑھائی گھنٹے وہاں میرے پاس

قیام کیا اس کے بعد بغیر چٹخنی کھولے وہیں کمرے میں ہی روپوش ہو گئے۔ اس کے بعد پھر اُن سے ملاقات نہیں ہوئی۔

حضرت غوث الاعظمؒ کے حضور

۲۲ اگست ۱۹۶۶ء کی ایک نشست میں فرمایا میں ستائیس سال مسلسل بغداد شریف حضرت غوث الاعظمؒ کے دربار میں حاضری دیتا رہا ہوں۔ انگریز کے زمانے میں حکومت کی طرف سے بحری جہاز میں فرسٹ کلاس کا ایک کمرہ میرے لئے ہر سال ریزرو ہوتا تھا مجھ سے صرف اسی روپے وصول کئے جاتے۔ غیر منقسم ہندوستان اور دیگر ممالک سے ہزاروں کی تعداد میں مرید ہمراہ ہوتے اُن کی وجہ سے جہاز کی کمپنی کو بہت زیادہ آمدنی ہوتی تھی۔ لہٰذا آمدنی کا کچھ حصہ کمپنی بطور نذرانہ مجھے بھی پیش کر دیا کرتی۔ بغداد شریف روانگی کے موقع پر اناج ہر قسم کا تقریباً تین ہزار روپے کی چائے، دالیں، مرغ، چار پانچ من دیسی گھی مرچ مصالحے اور دیگر اشیاء جن کا مجموعی وزن کئی من ہوتا تھا۔ جہاز میں میرے رہائشی کمرے میں ملحقہ کیبن میں رکھوا دیا جاتا۔ بصرہ پہنچنے پر کمپنی والے سامان خود اُتروا کر ریل گاڑی میں سوار کر دیتے۔ یہ تمام اشیاء پکوا کر بغداد شریف غرباء میں تقسیم کر دی جاتیں۔ چائے کے تین چار سو سیٹ میں نے بغداد شریف دربار پر رکھوا دیے ہوئے تھے تا کہ زائرین کی تواضع کا اہتمام حضور غوث پاکؒ کی مہربانی سے تسلی بخش طریقے پر ہوتا رہے۔ ۱۹۵۰ء تک باقاعدہ جاتا رہا ہوں۔ زاں بعد حضور غوث پاکؒ نے فرمایا کہ بیٹا اب آپ کی پنشن ہو گئی ہے۔ اب تمہاری ڈیوٹی پاکستان میں ہو گی وہاں آپ کی ضرورت ہے لہٰذا وہیں مستقل قیام کرو۔ یہاں اب ہر سال آنے کی تکلیف نہ کرو۔ اُدھر حکومت نے بھی روز بروز پاسپورٹ وغیرہ پر پابندیوں کا سلسلہ سخت سے سخت تر کر دیا۔ ضعیفی میں فوٹو اور دیگر عائد شدہ احکامات اور پابندیوں کے لئے دوڑ دھوپ کہاں ہو سکتی ہے لہٰذا جو بھی نذرانہ اکٹھا ہوتا ہے وہ ہر سال دربار حضرت غوث الاعظمؒ بغداد شریف بھیج دیتا ہوں۔

سلطان الہند اجمیریؒ کے حضور

کچھ توقف کے بعد فرمایا: چالیس پچاس سال پہلے کا واقعہ ہے۔ انگریز کا زمانہ تھا میری اُن دنوں حضرت سلطان الہند اجمیری کے دربار پر جاروب کشی کی ڈیوٹی لگی ہوئی تھی۔ میں تہجد

کے وقت سرکار کے دربار اور گرد و نواح کے مزارات پر جھاڑو دیتا اور جھاڑ پونچھ بھی کرتا۔ میرا معمول تھا کہ وہاں زائرین کی تواضع اپنی گرہ سے چائے بسکٹ، ڈبل روٹی، رس، بند وغیرہ سے کرتا تھا۔ میرے عقیدت مند اکثر میرے پاس حاضر ہوتے رہتے اور نذرانے پیش کیا کرتے جو میں دربار شریف پر عام زائرین کی تواضع پر خرچ کر دیتا۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ میرے پاس ایک کوڑی بھی نہ آئی چنانچہ میں نے ارادہ کیا کہ اپنی رہائش گاہ جہاں میری ذاتی زمین تھی بذریعہ تار رقم منگوالوں تاکہ خاطر خدمت کا سلسلہ کسی قیمت پر منقطع نہ ہو۔ ابھی اس خیال کا آنا تھا کہ حضور سلطان الہند اجمیری رحمتہ اللہ علیہ تشریف لے آئے۔ فرمانے لگے۔ بیٹا! تم ہمارے مہمان ہو اس لئے اپنے گھر سے رقم منگوانے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے گا۔ پیسے کا انتظام یہیں بیٹھے بٹھائے ہو جائے گا۔ تمہارا فرض بس یہی ہے کہ ایک ہاتھ جو آئے دوسرے ہاتھ اسے راہ خدا خرچ کرتے جاؤ اور زائرین مہمانوں کی تواضع کرتے رہو۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت دیکھیے کہ اُن دنوں دہلی میں ایک انگریز سیشن جج تھا اُسے خواب میں حکم ہوا کہ فوراً اجمیر شریف سلطان الہند حضرت خواجہ اجمیری (رحمتہ اللہ علیہ) کے مزار پر حاضر ہو جاؤ۔ وہاں ایک زلفوں والا فقیر سید احمد شاہ قادری نام کا ہے جو "گیارھویں شریف والا پیر" کے نام سے مشہور ہے اُس کی تلاش کرو اور اُس کے ہاتھ پر بیعت کرو۔ مبلغ گیارہ سو روپے نقد اُس کی خدمت میں پیش کر دیہ خواب مسلسل تین راتوں تک اُس انگریز سیشن جج کو آتا رہا۔ چنانچہ وہ بمعہ اپنی میم اور تین ہزار روپے اجمیر شریف پہنچا۔ وہاں دربار شریف پر آکر اُس نے دریافت کیا کہ یہاں زلفوں والا ایک فقیر سید احمد شاہ قادری ہے مجھے اُس کی خدمت میں حاضر ہونا ہے۔ لوگوں نے اُسے بتایا کہ تہجد کے قت وہ دربار شریف پر جاروب کشی کرتا ہے۔ اس وقت وہ دربار کے مغربی حصے میں فلاں کونے پر موجود ہے۔ چنانچہ وہ دونوں انگریز اور میم تلاش کرتے کرتے میرے پاس حاضر ہو گئے اور تین ہزار روپے نقد بمعہ ایک قیمتی کشمیری دُھسے کے میرے قدموں میں رکھ دیئے۔ میں مسکرا دیا اور اُنہیں کہا کہ مجھے صرف گیارہ سو روپے وصول کرنے کا حکم ہے بقایا رقم اور دُھسا اُٹھالو۔ وہ یہ سن کر بڑے حیران ہوئے اور بقایا رقم اُٹھالی۔ پھر میں نے اُنہیں کہا کہ یہ گیارہ سو روپے ابھی زائرین کی خاطر خدمت پر خرچ کر دو۔ چنانچہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ اسکے بعد انہیں واپس جانے کی اجازت دے دی۔ وہ مجھ سے رخصت ہو کر دہلی چلے گئے۔

تیسری رات اُنہیں پھر خواب میں حکم ہوا کہ دین عیسیٰ کی جو چادر تم نے اوڑھ رکھی ہے اُسے فوراً پھاڑ ڈالو اور دین محمد کی چادر اوڑھ لو۔ اس خواب کی آنے پر اُن پر عجب والہانہ کیفیت طاری ہوگئی۔ صبح ہوتے ہی وہ دنوں میاں بیوی اجمیر شریف کے لئے روانہ ہوگئے، اور وہاں پہنچ کر سیدھے میرے پاس حاضر ہوگئے۔ میرے ہاتھ پر کلمہ شہادت اشہدان لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھ کر مسلمان ہوگئے۔ میں نے اُنہیں بیعت بھی کرلیا۔

کچھ توقف کے بعد فرمایا : کہ اُدھر حضرت سلطان الہند اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کے اُن الفاظ مبارک کا یہ اثر ہوا کہ مجھ پر روپوں کی بارش ہونے لگی۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ نذرانے پیش کرنے لگے۔ پہلے دن ہی آٹھ ہزار روپے کی رقم اکٹھی ہوگئی حتیٰ کہ یہ کیفیت ہوئی کہ بالآخر ایک دن کا نذرانہ دو لاکھ روپے تک پہنچ گیا۔ میں وہ تمام رقم ہر روز وہیں دربار پر خرچ کر دیتا اور دامن جھاڑ کر اُٹھ کھڑا ہوتا۔

روپے کی اس افراط اور بہتات سے طبیعت پر البتہ بوجھ سا پڑنے لگا۔ میں نے حضرت خواجہ اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور میں نے دنیا تو نہیں مانگی تھی۔ مقصد صرف یہ تھا کہ حضور کے مہمانوں کی تواضع کا خاطر خواہ انتظام ہو جایا کرے۔ حضرت سلطان الہندؒ نے فرمایا کہ بیٹا روپے کی اس فراوانی پر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ تمہارا کام صرف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جو رقم تمہارے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے اُسے ایک ہاتھ وصول کرو اور دوسرے ہاتھ راہِ اللہ خرچ کرتے جاؤ۔ تم جو کچھ یہاں کر رہے ہو وہ تمہاری ڈیوٹی میں شامل ہے۔ اپنا فرض اُس کی رضا کے مطابق سرانجام دیتے رہو چنانچہ میں نے حضور کے ارشاد اور حکم کے مطابق پورے بارہ سال یہ ڈیوٹی سرانجام دی۔

حضرت داتا گنج بخشؒ کے حضور

۲۶ اگست ۱۹۶۶ء کو فرمایا : میں نے مختلف جگہوں پر چلہ کیا اور حکم کے مطابق پوری پوری ڈیوٹی دی۔ کافی عرصہ ہوا میری ڈیوٹی لگی کہ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک اور مسجد وغیرہ کے ساتھ جو ملحقہ ٹٹیاں ہیں وہ صاف کی جائیں۔ چنانچہ پورے بارہ سال تک تہجد کے وقت وہ ٹٹیاں (بیت الخلاء) صاف کرتا رہا اور غلاظت اپنے سر پر اُٹھا کر دربار سے کافی دُور جا کر پھینک آتا۔

توکل علی اللہ

ستمبر ۱۹۶۶ء کی ایک نشست میں فرمایا : مدت ہوئی ایک دفعہ میں بہاول پور کے ایک قریبی گاؤں میں پہنچا وہاں میرا ایک مرید ہوتا تھا۔ اتفاق سے اُن دنوں اُس کی مالی حالت بہت کمزور ہو گئی تھی۔ میں ایک سال بعد وہاں گیا تھا۔ میری آمد پر اُسے میرے دوپہر کے کھانے کی فکر ہوئی۔ وہ میرے پاس سے اُٹھ کر گاؤں کے ایک متمول آدمی کے پاس گیا اور اُسے لے کر گاؤں کے باہر کھیتوں میں اُس سے بات چیت کرنے لگا کہ میرے پیر صاحب ایک سال بعد آئے ہیں۔ اتفاق سے آج کل میری مالی حالت بہت خراب ہے تم میری بیوی کا سونے کا یہ ہار رہن رکھ لو اور اس کے عوض مجھے پچاس روپے اُدھار دے دو۔ اگلے سال فصل کے موقع پر یا تو مجھ سے جنس لے لینا یا اپنی رقم۔ وہ شخص بھی خدا ترس تھا۔ اُس نے کہا یہ زیور میں رہن نہیں رکھتا ہاں پچاس روپے قرض لے لو۔ اگلے سال رقم واپس کر دینا یا جنس دے دینا۔ یہ تمام حالات بفضل ربی مجھ پر منکشف ہو رہے تھے۔ میں نے حاضرین میں ایک شخص کو اُن کے پیچھے بھیجا کہ فلاں کھیت میں فلاں جگہ وہ دونوں بات چیت کر رہے ہیں اُنہیں میرے پاس بلا لاؤ۔ چنانچہ وہ شخص اُنہیں بلا لایا۔ اُن کے آنے پر میں نے اُن سے پوچھا کہ تم دونوں فلاں جگہ کیا بات چیت کر رہے تھے۔ میرے مرید نے جھجکتے جھجکتے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ میں مسکرایا اور اُسے تسلی دی کہ بیٹا پیر بمنزلہ معنوی باپ کے ہوتا ہے اور مرید اُس کی معنوی اولاد۔ کوئی باپ اپنے سعادت مند بچوں کو پریشان دیکھنا نہیں چاہتا۔ تمہارے ہاں میرا یہ دورہ کسی خاص مصلحت کے تحت ہے۔ تم یہ پچاس روپے مجھ سے لے لو اور اس شخص کو فوراً واپس کر دو۔ میرے مرید نے پہلے تو ازراہ تواضع لیت و لعل کیا مگر بعد میں میرے اصرار پر مجھ سے پچاس روپے لے لئے میں نے اپنے مرید کو کہا کہ بیٹا فقیر کے کھانے میں اس شخص کو آج شام اور کل صبح مدعو کرو کیونکہ یہ نیک بخت آدمی ہے۔ اُس شخص سے میں نے کہا کہ اگر تم پچاس روپے واپسی کے وعدے پر اگلے سال جنس کی صورت میں وصول کرتے اور ممکن ہے کہ جنس کا بھاؤ اگلے سال بڑھ جاتا۔ تمہیں تو نفع ہوتا مگر اس بے چارے کو نقصان ہوتا۔ وہ کہنے لگا سرکار یہ تو پھر میری قسمت تھی۔ میں نے کہا ٹھیک ہے لیکن تم اپنی رقم واپس لے لو چنانچہ اُس نے اپنی رقم واپس لے لی۔ اپنے مرید کو میں نے سمجھایا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کے پاس سوال نہ کرنے کی عادت ڈالو۔

بلکہ بے سوال بن جاؤ اللہ تعالیٰ خود اسباب پیدا فرما دے گا۔ یہ ایک لفظ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ فوراً حضرت داتا صاحبؒ کے مزار پر چلے جاؤ اور وہاں چالیس دن اس لفظ کا ہر لمحہ، ہر لحظہ دن رات ورد کرتے رہو۔ کسی قسم کا سوال نہ کرنا۔ کھانے پینے بلکہ ہر حاجت سے بے نیاز ہو کر نتیجے کو اللہ کے سپرد کر دینا چنانچہ وہ شخص حضرت داتا صاحبؒ کے مزار پر حاضر ہو گیا۔ پانچ دن تک ورد کرتا رہا۔ اس دوران کھانے کو کچھ بھی میسر نہ آیا۔ جب پیاس کی طلب ہوتی تو مزار شریف کے قریب سنگ مرمر کا جو پیالہ نما بنا ہوا ہے وہیں سے پانی پی لیتا۔ قدرتِ الٰہی پانچویں دن ایک آدمی گھی میں تلے ہوئے چار پراٹھے چائے اور دہی لے کر آ گیا اور اُس کے سامنے رکھ دیئے کہ تم بے سوال آدمی ہو یہ کھالو۔ چنانچہ اُس نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا اور بے سوال اپنے ورد میں مشغول رہا۔ کھانا اور ناشتہ وقت پر کوئی نہ کوئی لے آتا۔ بلکہ نذرانہ بھی جمع ہونا شروع ہو گیا۔ جب چالیس دن پورے ہو گئے تو پانچ ہزار کی رقم اکٹھی ہو گئی۔ وہ یہ رقم لے کر میرے پاس حاضر ہو گیا اور میرے قدموں میں ڈال دی میں نے کہا بیٹا اسے راہِ خدا میں گیارھویں شریف کا ختم پکا کر خیرات کر دو۔ اُس نے فوراً دیگوں کا انتظام کیا اور ساری رقم خرچ کر دی۔ میں نے اُسے کہا اب اپنے گھر چلے جاؤ، اور اسی طرح بے سوال ہی رہنا۔ حسب ہدایت وہ بے سوال ہی رہا۔ اللہ نے اپنی رحمت سے خود بخود اُس کا انتظام فرما دیا لوگ جوق در جوق اُس کے پاس حاضر ہونے لگے۔ نذرانے پیش کرتے۔ حتیٰ کہ اُس کے پاس خاصی رقم جمع ہو گئی۔ پھر اُس نے ضلع سرگودھا میں جا کر دو مربعے زمین خرید لی کیونکہ وہ اصل میں اسی ضلع کا رہنے والا تھا سرگودھا سے وہ بہاول پور آ گیا تھا جہاں اُس کی مالی حالت کمزور ہو گئی تھی۔ اس طرح وہ واپس ضلع سرگودھا اپنے اصل وطن واپس آ گیا۔ اب وہ شخص کافی متمول ہے۔ بے سوال بھی ہے اور بڑا عبادت گذار بھی ہے۔ اپنے ورد و وظائف کا سختی سے پابند ہے۔

کچھ توقف کے بعد حضرت قبلہ نے راقم الحروف کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "بیٹا! ہم بے سوال لوگ ہیں۔ آج تک کسی کے پاس سوال نہیں کیا۔ اپنی خوشی سے جو کوئی نذرانہ پیش کرتا ہے وہ قبول کر کے گیارھویں شریف میں راہِ اللہ خرچ کر دیا جاتا ہے۔ تم بھی بے سوال ہو جاؤ۔ اپنی ہر حاجت اللہ کی ذات سے طلب کرو۔ وہی تمہاری ہر حاجت پوری کرے گا۔"

اپنے رازق کو نہ پہچانے، تو محتاجِ ملوک
اور پہچانے، تو ہیں تیرے گدا دارا و جم

دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامانِ موت
فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم؟

دین اور دنیا سنوار دیئے

ایک نشست میں فرمایا : کافی مدت کی بات ہے۔ میرا اُن دنوں تحصیل کمالیہ (ضلع فیصل آباد) میں قیام تھا وہاں ایک متمول ہندو لدھا رام بمعہ اپنی بیوی لبھائی میرے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری شادی کو بیس سال ہو گئے ہیں مگر اولاد نہیں ہوئی۔ میری ختم شریف میں دل کھول کر خرچ کرنے کی نیت ہے گیارھویں شریف کی تاریخ نزدیک تھی۔ اُن دونوں میرا چپ کا روزہ ہوا کرتا تھا۔ ہاتھ کے اشاروں سے میں نے اُنہیں تسلی دی اور ختم شریعت کے لئے چار بکرے، دو گائیں، دس من آٹا اور اس طرح دوسری چیزیں اکٹھی کرنے کا سمجھایا۔ بعض ہندو بھی پیر بزرگوں کے بڑے معتقد ہوتے ہیں۔ لدھا رام بھی اُن ماننے والوں میں سے تھا اور میرا بڑا عقیدت مند تھا۔ علاقے کے مسلمانوں نے بھی کافی اجناس اکٹھا کر کے پیش کیا۔ دوسرے ہندوؤں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ میں نے اُنہیں لمبی خندق کھودنے کا اشارہ سے سمجھایا۔ خندق تیار ہو گئی تو اُس میں لکڑی کے کافی انبار جلا دیئے گئے۔ گوشت پیاز اور دیگر اشیاء مٹی کے برتنوں میں ڈال کر برتنوں کا منہ بند کر کے باہر لیپ کر دیا گیا۔ تمام برتنوں کو خندق میں آگ پر رکھ دیا۔ نہایت عمدہ دم پخت گوشت تیار ہو گیا۔ روٹیوں کے لئے تووں کا انتظار کرنے لگے تو میں نے اشارے سے منع کر دیا۔ قریب کی زمین صاف کرنے کا حکم دیا اور اُس پر کافی لکڑی جلانے کے متعلق اشاروں سے سمجھایا۔ چنانچہ اتنی لکڑی جلا دی گئی جس سے وہ زمین آگ سے سرخ ہو گئی۔ اُس زمین پر ہی روٹیاں لگوا دی گئیں۔ جو نہایت ہی عمدہ پک کر تیار ہو گئیں۔ کئی من آٹا چند گھنٹوں میں ہی تیار ہو گیا۔ تمام کھانا حاضرین و غرباء میں تقسیم کر دیا گیا۔ لدھا رام نے مسلسل چار گیارھویں کے ختموں میں حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی اور پورے نو ماہ بعد اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ لدھا رام کے دل کی کیفیت بدل گئی اُس نے اپنی بیوی سمیت اسلام قبول کر لیا۔ وہ ساٹھ مربعوں کا واحد مالک تھا۔ میں نے اُسے سمجھایا کہ گاؤں میں تمہاری رہائش نقصان دہ ثابت ہوگی۔ تمہارے متعلق حکم ہے کہ یہاں سے نقل مکانی کر جاؤ اور ریاست بہاول پور رحیم یار خان رہائش اختیار کر لو۔ لدھا رام کا اسلامی نام شیر محمد اور اُس کی بیوی کا نام غلام فاطمہ رکھا۔ دونوں عقیدے کے بڑے پکے ثابت ہوئے انہوں نے کمالیہ کی ساٹھ مربعے زمین فروخت کر دی اور رحیم یار خان چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے برکت عطاء فرمائی وہاں انہوں نے

تھوڑے ہی عرصہ میں ایک سو بیس مربعے زمین خرید لی- کپاس بیلنے کا ایک کارخانہ بھی لگایا- اللہ تعالیٰ نے اس عرصہ میں اُسے تین بیٹے عطاء فرمائے کچھ مدت بعد شیر محمد کا انتقال ہو گیا اور اب اُن تین لڑکوں کے پاس ساٹھ مربعے' اسی مربعے اور ایک سو بیس مربعے علیحدہ علیحدہ ہیں- وہ بڑے دیندار ہیں- حج بھی کر آئے ہیں- اللہ تعالیٰ نے اُن کا دین بھی اور دنیا بھی سنوار دی ہے- بڑے سخی ہیں- خیرات اور گیارھویں شریف کے ختم کی باقاعدگی سے پابندی کرتے ہیں-

غیر مسلموں سے حسن سلوک

۲۳ ستمبر ۱۹۶۶ء کی ایک حاضری میں فرمایا :

کافی عرصہ ہوا ضلع لائل پور میں سہری بنگلا نہر کے قریب میرا قیام تھا- فقیر کے پاس ہر مذہب و ملت کے لوگ آتے- گیارھویں شریف کا تبرک بلا تخصیص مذہب و ملت اور ادنیٰ و اعلیٰ برابر تقسیم کیا جاتا- اُس گیارھویں شریف کے ختم سے پہلے ایک مذہبی سکھ جو اُسی قریبی گاؤں کا تھا میرے پاس حاضر ہوا- کہنے لگا کہ میرے ہاں زندہ اولاد نہیں ہوتی- جب بھی بیوی اُمید سے ہوتی ہے تو وضع حمل کے موقع پر اپریشن سے ہی بچہ پیدا ہوتا ہے جو مردہ ہوتا ہے- بڑے علاج کئے ہیں کوئی فائدہ نہیں ہوا- میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے رحم فرمائے گا- تم میرا معمول تو جانتے ہی ہو کہ راہ اللہ گیارھویں شریف پکا کر تقسیم کرتا ہوں- اُس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی میں حاضر ہوں- اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی- جب وقت پورا ہوا تو اُس سکھ کی بیوی کے ہاں صحیح سلامت لڑکا پیدا ہوا- وہ خوشی سے پھولے نہ سمائے اور حسب وعدہ گیارھویں شریف کی دیگوں کے لئے مطلوبہ سامان لے آئے- چنانچہ گیارھویں شریف کی دیگیں پکائی گئیں- وہاں پنڈت بشن داس جو اس علاقہ کا مشہور ڈاکٹر تھا اُن کے ہمراہ تھا- مسجد کے قریب لنگر تقسیم کرنے کا انتظام کیا گیا تھا- پلاؤ میں بکرے دنبے اور گائے کا ملا جلا گوشت تھا- سب نے بلا اعتراض بڑی عقیدت سے کھایا- اس کے بعد بھی جتنا عرصہ میں وہاں رہا وہ بڑی عقیدت سے خدمت کرتے رہے اور خیرات میں بڑھ چڑھ کر علی الاعلان حصہ لیتے رہے-

بات اصل میں یہ ہے کہ تمیز مذہب و ملت دنیا داروں کے لئے ہے- فقیر اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے یکساں محبت کرتا ہے- وہ دنیاوی فرق و تفاوت سے بالاتر اور بے نیاز ہوتا ہے اس لئے کہ جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے محبت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے دوست رکھتا ہے-

مرد عاشق را نہ باشد ملتے　　عاشقاں را مذہبے نے ملتے
مذہب عشق از ہمہ دیں ہا جداست　　عاشقاں را مذہب و ملت خداست
(مولانا رومؒ)

مرزائیوں کا تائب ہونا

کچھ توقف کے بعد فرمایا : عرصہ ہوا میں بہاول پور کے ایک قریبی گاؤں میں میرا ڈیرہ تھا وہاں کا نمبردار جلال الدین مرزائی فرقے سے تعلق رکھتا تھا اور اُس علاقے میں مرزائی فرقے کا سرگرم رکن تھا۔ جماعت کا چندہ اس کے پاس اکٹھا ہوتا تھا۔ ان دنوں خواجہ عبدالغفور بہاول پور میں محکمہ نہر کے چیف انجینئر تھے۔ گیارھویں شریف کے ختم کا انتظام ہوا۔ تو جلال دین نمبردار بمعہ اپنے گاؤں کے ساٹھ افراد جو مرزائی تھے حاضر ہوا۔ میرے عقیدت مندوں نے عرض کی کہ یہ بد عقیدہ کافر لوگ ہیں انہیں تبرک نہیں ملنا چاہیئے۔ میں نے کہا۔ نہیں یہ ہمارے مہمان ہیں فقیر اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے یکساں طور پر محبت کرتا ہے۔ ہر ایک کا اپنا اپنا عمل ہے جس کے لئے وہ اللہ تعالیٰ کے حضور خود جواب دہ ہے۔ البتہ تم ایسا کرو کہ مٹی کی ساٹھ بڑی کنالیاں چاولوں کے لئے اور ساٹھ مٹی کے پیالے شوربے کے لئے لے آؤ۔ اُس میں ان سب مرزائیوں کو کھانا کھلا دو۔ جب وہ کھانا کھالیں تو اُن سب مٹی کے برتنوں کو اُلٹا کر کے زمین میں گڑھا کھود کر دفن کر دینا۔ شام کی نماز کے بعد وہ لوگ فارغ ہو گئے اور وہ تمام مٹی کے برتن جس میں اُن مرزائیوں نے کھانا کھایا تھا گڑھا کھود کر زمین میں دفن کر دیئے گئے۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت دیکھو۔ میں تو عشاء کی نماز کے وقت اپنے حجرے میں چلا گیا اور دروازہ بند کر دیا۔ اُدھر وہ مرزائی لوگ تمام رات میرے حجرے کے ارد گرد چکر لگاتے رہے۔ عجب بے چینی کے عالم میں اُنہوں نے ساری رات آنکھوں میں گزار دی۔ صبح ہوئی تو نمبردار جلال دین اور اُس کے ساتھیوں نے میرے عقیدت مندوں سے منت سماجت کی کہ اب ہماری حالت بدل چکی ہے۔ صبر کا چارہ نہیں۔ جس طرح جلد ہو سکے ہمیں پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت لے کر دو۔ خواجہ عبدالغفور صاحب بھی اس واقعہ سے آگاہ ہو چکے تھے۔ وہ صبح میرے پاس حاضر ہوئے مسکراتے ہوئے عرض کی کہ حضور جلال دین نمبردار اور اس کے ساتھیوں کو اُس وقت سے جب برتنوں کو اُلٹا کر مٹی میں دفن کیا ہے حالت ہی بدل گئی ہے۔ اُن

کے متعلق کیا حکم ہے۔ اگر اجازت ہو تو وہ حاضر خدمت ہو جائیں۔ میں مسکرا دیا اور کہا کہ مولا کے رنگ ہیں۔ اچھا اُنہیں حاضر کرو۔ جلال دین نمبردار اور اُس کے ساتھی ہاتھ باندھے ہوئے میرے پاس حاضر ہوئے اور رو پڑے۔ کہنے لگے حضور ہم دل و جان سے اپنے پہلے عقیدے سے تائب ہوتے ہیں اور حضور کے دست حق پرست پر بیعت ہوتے ہیں۔ میں نے کہا اللہ مبارک کرے بڑی اچھی بات ہے مگر جہاں تک بیعت کا تعلق ہے ابھی بیعت کی اجازت نہیں۔ میں تمہارا تمہارے ساٹھ آدمیوں اور تمہارے سارے خاندان کا خرچہ ادا کرتا ہوں پہلے تم حج کر آؤ۔ پھر بیعت کے متعلق جیسا حکم ہو گا اُسی طرح عمل کیا جائے گا۔ وہ ہاتھ باندھ کر کہنے لگے حضور کی دعا برکت سے اللہ کا دیا سب کچھ ہے آپ ہمارے لئے صرف دعا فرما دیں کہ حضور علیہ السلام کے دربار اور خانہ کعبہ میں حاضری کی سعادت نصیب ہو جائے۔ میں نے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دیئے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال ہوئی۔ اُسی سال جلال دین نمبردار بمعہ اپنے خاندان اور اُن ساٹھ آدمیوں کے حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ اس کے بعد بھی متواتر چار سال حج پر جاتے رہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی ہے جس پر بھی اس کا فضل ہو جائے۔ بیڑا پار ہو جاتا ہے۔

جلال دین نمبردار کے پاس مرزائیوں کے چندے کی کافی رقم جمع تھی وہ سب اُس نے گیارھویں شریف کے ختم پر خرچ کر دی۔ اس پر مرزائی فرقہ نے اُس کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا مگر کچھ دنوں میں ہی مقدمہ خارج ہو گیا۔ اس واقعے سے ریاست بہاول پور کے مرزائیوں پر بہت گہرا اثر ہوا اور اُن میں سے کافی لوگ بمعہ اپنے خاندان مرزائی عقیدہ سے تائب ہو گئے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

بمقام جلہ جیم تحصیل میلسی ۲۶ فروری ۱۹۷۲ء کو فرمایا آج سے اسی، نوے سال پہلے کی بات ہیں کہ میں یہاں جلہ جیم اور نور شاہ تحصیل میلسی میں جذب کی حالت میں گشت کرتے آیا جایا کرتا۔ ذکر و فکر میں مشغول رہتا۔ یہاں ایک بہت پرانے زمانے کے سید بزرگ بمعہ خاندان مدفون تھے۔ گاؤں کے نمبردار اور امام مسجد کو میں نے نشان دہی کر دی تھی کہ اس جگہ کی حرمت کا خاص خیال رکھنا ورنہ نقصان اُٹھاؤ گے۔ بد قسمتی سے وہ لوگ بد عقیدہ اور بے یقین

تھے۔ انہوں نے تحقیق کی غرض سے میری نشان زدہ جگہ کی کھدائی شروع کر دی۔ کھدائی پر سید صاحب اور اُن کے خاندان کے پختہ مزارات برآمد ہوئے اور جسم ہائے مبارک بالکل تر و تازہ گویا ابھی دفن کیے گئے ہیں۔ کفن تک میلے نہیں ہوئے تھے۔ مجھے باطنی طور پر علم ہوا کہ اُن کم بختوں نے یہ حرکت کی ہے اور میرے آگاہ کر دینے کے باوجود حرمت کا خیال نہیں رکھا بلکہ مزارات کو کھول دیا ہے تو میں فوراً وہاں پہنچا۔ سید صاحب رحمتہ اللہ علیہ صاحب مزار نے باطنی طور پر بڑے جلال میں فرمایا کہ انہوں نے میرا اور میرے حرم کا پردہ نہیں رکھا ان کا کچھ نہیں رہے گا۔ میں نمبردار اور اُس امام مسجد پر جنہوں نے کھدائی کرائی تھی۔ سخت ناراض ہوا کہ تم نے باوجود میرے آگاہ کرنے کے یہ اچھا کام نہیں کیا۔ بزرگوں کی بے حرمتی نہیں کرنی چاہئے کہ یہ جلال میں نہ آجائیں اور کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ میں نے فوراً کھدائی ہوئی جگہ بند کرا دی اور اصل حالت کی طرح زمین ہموار کرا دی۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت نمبردار کو اُسی وقت ایسی پچھنی آئی اور ایسا دھکا لگا کہ وہ سامنے قریبی دیوار کے پار جا گرا۔ بڑی پسلی ٹوٹ گئی اور بالآخر اسی حالت میں مر گیا۔ امام مسجد کو بھی اُسی وقت گھٹن محسوس ہوئی اور کچھ دنوں بعد وہ بھی مر گیا۔

ومن اساء فعلیھا

ایک روز فرمایا : چند میراثی ایک لڑکے کو چارپائی پر ڈالے روتے ہوئے میرے سامنے سے گزرے میں نے انہیں روک کر رونے کا سبب پوچھا۔ اُس کا باپ کہنے لگا سرکار یہ ہمارا اکلوتا بیٹا ہے۔ سوکھ کر کانٹا ہو گیا ہے۔ بدن کی رگیں تن گئی ہیں۔ چلنے پھرنے سے معذور اور کھانے پینے سے عاجز ہے۔ کچھ ہضم نہیں ہوتا اپنی استطاعت کے مطابق ہر چند علاج کیا ہے مگر کچھ فرق نہیں پڑتا۔ ہم اس کی زندگی سے مایوس ہو گئے ہیں اس لئے رو رہے ہیں اور گھر واپس جا رہے ہیں۔ یہ تو اب زندگی کے سانس پورے کر رہا ہے۔ میں نے انہیں کہا کہ چارپائی نیچے اُتارو اور لڑکا مجھے دکھاؤ۔ لڑکے کو دیکھا۔ اُسے دم کیا۔ پاس ہی راکھ پڑی تھی اللہ کا نام لے کر راکھ کی چند پڑیاں بنا دیں اور کہا ایک پڑیا میرے سامنے اسے پانی سے کھلا دو۔ باقی گھر جا کر دن میں ایک دو مرتبہ کھلا دینا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اُس کے پڑیا کھانے کی دیر تھی کہ لڑکا اُٹھ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا مجھے سخت بھوک محسوس ہو رہی ہے کچھ کھانے کو دیں۔ میرے پاس جو اُس وقت حاضر تھا

اُسے کھانے کے لئے دے دیا۔ بچے کے والدین نے شکر کا کلمہ پڑھا اور چلے گئے۔ چند دنوں کے بعد وہ لڑکا اپنے قدموں سے چل کر اپنے والدین کے ہمراہ میرے پاس سلام کرنے آیا۔ والدین نے کہا حضور ہمارا خدمت کا ارادہ ہے۔ اجازت ہو تو خدمت کی جائے۔ میں نے کہا میاں فقیر بے نیاز ہے مجھے صرف گیارھویں کا شوق ہے اگر چاہو تو صرف ایک کالا بکرا لے آؤ۔ باقی راشن اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے خود اکٹھا ہو جائے گا۔

وہ بکرا لینے چلے گئے۔ بہت سستا زمانہ تھا۔ دس پندرہ روپے میں بڑا عمدہ بکرا مل جاتا تھا۔ ایک زمیندار کے پاس اُنہوں نے کالا بکرا جو بہت پلا ہوا تھا پسند کیا۔ قیمت طے کرنے لگے تو زمیندار کی نیت میں فتور آگیا۔ اُس نے سوچا یہ سخت ضرورت مند ہیں جو مانگوں گا دے دیں گے چنانچہ اس نے اپنا حق اور جائز قیمت کی بجائے دوگنی تگنی قیمت وصول کر لی۔ یہ تو حاجت مند تھے منہ مانگی قیمت دے کر بکرا لے کر میرے پاس حاضر ہو گئے۔ خدا کا کرنا کیا ہوا اُسی رات اُس زمیندار کی دو بھینسیں چوری ہو گئیں اور کچھ بکریاں بھی کھول کر چور لے گئے۔ وہ زمیندار سخت پریشان ہوا۔ اُس کا بھائی سمجھدار آدمی تھا وہ اُسے کہنے لگا کہ بے وقوف تم نے پیروں کے پاس جو مال راہِ اللہ جا رہا تھا اُس کی قیمت حق و انصاف سے وصول نہیں کی یہ اُسی بے انصافی کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ وہ روتا ہوا بکرے کی قیمت جو وصول کی تھی لے کر میرے پاس حاضر ہو گیا۔ معافی مانگی۔ میں نے کہا کہ اپنی جائز قیمت اس میں سے رکھ لو باقی اُن میراثیوں کو واپس کر دو۔ چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا اور توبہ تلا کر کے واپس چلا گیا۔ اسی طرح اور بھی کئی لوگ جو گیارھویں شریف کے لئے مال خریدتے ہیں اور اُن سے حق و انصاف سے جائز قیمت وصول نہیں کی جاتی تو ایسے فروخت کرنے والے پر کوئی نہ کوئی اُفتاد آ پڑتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اب علاقے میں جب فروخت کنندگان کو یہ علم ہو جائے کہ یہ زلفوں والے قادری فقیر کے پاس مال جا رہا ہے تو وہ اُن سے مال کی جائز قیمت ہی وصول کرتے ہیں۔

جھوٹی قسم کی سزا

۲۱ ستمبر ۱۹۶۶ء کو فرمایا: میں اس بات کا بہت خیال رکھتا ہوں کہ ختم شریف کے لئے پکائی ہوئی نیاز میں ہر چیز خالص ہو۔ کافی عرصہ ہوا ضلع لائل پور (فیصل آباد) میں گیارھویں شریف کا انتظام تھا۔ اُس گاؤں کے نمبردار کی بیوی سولہ سیر مکھن لے کر فروخت کرنے کے لئے

میرے پاس آئی کہنے لگی مجھے پتا چلا تھا کہ آپ کو خالص گھی درکار ہے۔ میں نے اُس سے پوچھا بی بی یہ بالکل خالص ہے نا؟ کہنے لگی بالکل خالص ہے۔ میں نے کہا تو پھر اسے گرم کرو۔ اُس نے وہیں گرم کرکے گھی تیار کر دیا۔ میں نے حسب معمول ٹیسٹ کرنے کے لئے گھی میں تنکا ڈالا اور کہا بی بی اس میں تو ملاوٹ ہے۔ اُس نے قرآن کی قسم کھا کر کہا بابا جی یہی سمجھیے کہ یہ قسم میں نے قرآن ہاتھ میں لے کر کھائی ہے۔ مکھن خالص تھا آپ تسلی رکھیں۔ میں نے کہا بی بی اب چونکہ تم نے قرآن کی قسم کھالی ہے اس لئے میں خرید لیتا ہوں۔ میں نے گھی کی قیمت اُسے ادا کر دی اور چلی گئی۔

اُسی رات اُس عورت کے پیٹ میں اس شدت سے درد شروع ہو گیا کہ وہ بے حال ہو گئی اور تڑپنا شروع کر دیا۔ اس کا خاوند نمبردار بہت پریشان ہوا۔ اُس نے بیوی سے پوچھا کہ آج تم پیر صاحب کے پاس مکھن فروخت کرکے آئی ہو۔ سچ سچ بتاؤ کہ مکھن میں کچھ ملاوٹ تو نہیں تھی؟ عورت کی جان پر بنی ہوئی تھی۔ رو پڑی۔ کہنے لگی حقیقت یہ ہے کہ مکھن خالص نہیں تھا۔ میں نفس کے بہکاوے میں آ گئی اور پیر صاحب کے سامنے جھوٹی قسم کھا آئی ہوں۔ اُنہوں نے میری قسم پر دوسری بات تک نہ کی اور فوراً مجھے گھی کی قیمت ادا کر دی۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ یہ اُسی کی سزا ہے۔

اُس وقت رات کے اڑھائی بجے تھے عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ جس طرح بھی ہو ابھی پیر صاحب کی خدمت میں جاؤ اور میری طرف سے معافی مانگو تاکہ اللہ مجھ پر رحم کرے۔ چنانچہ نمبردار رات کے اڑھائی بجے میری قیام گاہ پر پہنچا اور آکر دروازے پر دستک دی۔ میں اُس وقت اپنے ورد و وظائف میں مشغول تھا اُسے کہا کہ صبح آنا۔ وہ چلا گیا۔ اُس کے گھر پہنچنے تک عورت کی حالت ٹھیک ہو چکی تھی۔ وہ صبح نہ آیا۔ دوسری رات پھر عورت کو وہی تکلیف اُسی ٹائم ہی شروع ہو گئی۔ وہ پھر اڑھائی بجے آیا اور دستک دی۔ میں نے اُسے پھر صبح آنے کو کہا۔ اس دفعہ عورت کو تکلیف بدستور رہی۔ صبح نمبردار چند آدمیوں کو ساتھ لیکر اور عورت کو چارپائی پر ڈال کر پہنچ گیا۔ میں نے اُنہیں کہا کہ جب اس نے قرآن کی قسم کھالی تو پھر میرے لئے دوسری بات کرنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ ہم تو خدا کے نام پر پہلے ہی قربان شدہ ہیں یہ اس کا اپنا فعل تھا جس کی سزا اسے اللہ کی طرف سے رات کو ملی ہے ورنہ فقیر تو بے نیاز ہوتا ہے۔ تم فوراً دو سو بچوں کی دعوت کا انتظام کرو۔ تمام راشن میرے سامنے پکواؤ اور دو سو

بچے بھی اکٹھے کر کے یہاں لے آؤ۔ میں چاول روٹی اور شوربا خود اپنے ہاتھ سے اُنہیں تقسیم کر کے کھلاؤں گا۔ چنانچہ اُنہوں نے فوراً اُسی دن تمام چیزوں کا انتظام کر دیا کھانا تیار ہو گیا تو میں نے خود بچوں میں تقسیم کر کے کھلا دیا۔ انہیں کہا کہ یہ تو جھوٹی قسم کھانے کا کفارہ ہے۔ اب گیارھویں شریف کے ختم کے لئے چار دیگوں کا سامان مہیا کرو اور میرے سامنے اللہ کے نام پر پکاؤ اور حضور غوث پاک کو ایصالِ ثواب کرو۔ دوسرے دن ختم شریف تھا اُنہوں نے پلاؤ کی چار دیگیں پکوائیں۔ جو سامان میرے پاس اکٹھا ہوا تھا وہ بھی میں نے علیحدہ پکوا لیا اور تمام کھانا اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس عورت پر رحم فرمایا اور وہ بالکل ٹھیک ہو گئی۔

ناجائز ہٹ دھرمی کی سزا

ایک دفعہ فرمایا: کافی عرصہ ہوا خواجہ عبدالغفور صاحب کی تعیناتی بہاول پور میں بحیثیت چیف انجینئر محکمہ نہر کے ہوئی۔ اُن دنوں وہاں ایک انگریز چیف انجینئر تھا جس سے خواجہ صاحب نے چارج لینا تھا۔ خواجہ صاحب جب اُس سے چارج لینے گئے تو اُس انگریز نے چارج دینے سے انکار کر دیا۔ خواجہ صاحب نے اُسے کہا کہ دیکھو میرا پیر پادری بڑا کامل ہے مجھے حکم ہے کہ تم سے چارج لیا جائے مگر وہ گورا نہ مانا۔ خواجہ صاحب کو ایک وظیفہ بتا دیا گیا تھا کہ اگر وہ گورا کسی طور پر چارج حوالے کرنے کا نہ مانے تو پھر یہ وظیفہ پڑھنا شروع کر دینا۔ جب وہ انگریز کسی طرح بھی چارج دینے پر آمادہ نہ ہوا تو خواجہ صاحب نے چار و ناچار وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فقیروں کے جلال سے معافی دے۔ کرنا خدا کا یہ ہوا کہ آٹھویں دن وہ انگریز اپنی کوٹھی میں مرگیا اور خواجہ صاحب نے چارج سنبھال لیا۔

نہ جا اُس کے تحمل پر

ایک نشست میں فرمایا: کافی عرصہ کی بات ہے۔ انگریز کا زمانہ تھا۔ میں اُن دنوں کلکتہ میں تھا۔ مجذوبیت کا عالم۔ صرف ایک چھ، سات گز لمبی چادر جسم پر ہوتی۔ شہر میں گشت کرتا رہتا تھا اسی دوران ایک سکھ تھانیدار نے آوارہ گردی میں میرا چالان کر کے مجھے حوالات میں بند کر دیا۔ لوگوں نے اُسے بہت سمجھایا کہ یہ مست فقیر ہے اور "گیارھویں والا مست فقیر" کے نام سے مشہور ہے۔ تمہارا یہ فعل سراسر بے ادبی اور سوءِ ظن پر مبنی ہے۔ انہیں ایذاء پہنچاؤ گے تو

نقصان اُٹھاؤ گے مگر وہ سکھ تھانیدار اپنی ضد سے باز نہ آیا اور کسی کی نہ سنی۔ ایک دن مجھے حوالات میں بند رکھا تھانے میں راشن سرکاری تھا۔ میرے پاس لوگوں کا جمگھٹا لگا رہتا۔ کھانا وغیرہ نہیں کھاتا تھا صرف چائے پیتا تھا۔ میرے پاس لوگ آتے اُن کی بھی چائے سے خاطر تواضع کر دیتا۔ ایک دن گزرے تو اچانک تھانیدار کی حالت غیر ہوگئی۔ وہ باولا ہو گیا اور کتے کی طرح بھونکنا شروع کر دیا۔ اُس کی یہ حالت دیکھ کر اُس کے بیوی بچے اور لواحقین بہت گھبرائے۔ لوگوں نے اُن سے کہا کہ ہم نے پہلے ہی سردار صاحب کو منع کیا تھا کہ یہ مست فقیر ہے۔ کوئی آوارہ گرد نہیں۔ اسے خواہ مخواہ تنگ کر کے مصیبت میں پڑو گے مگر سردار صاحب باز نہ آئے اب اس کی سزا بھگتو۔

نہ جا اُس کے تحمل پر کہ ہے بے ڈھب گرفت اُس کی
ڈر اُس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اُس کا

(مولانا ظفر علی خان)

وہ اور بھی زیادہ پریشان ہو گئے گھبرائے ہوئے میرے پاس آئے اور میرے قدموں پر اپنے سر رکھ دیئے ہاتھ جوڑ جوڑ کر اور ناک رگڑ رگڑ کر معافی مانگنے لگے۔ سکھ تھانیدار بھی اسی باولے پن کے عالم میں میرے سامنے آ حاضر ہوا اور میرے قدموں پر گر پڑا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمایا اور وہ اسی وقت اپنی اصلی حالت میں آگیا۔ ہاتھ جوڑ کر مجھ سے رخصت ہوا اور مجھے آزاد کر دیا۔ اس کے بعد بال بچوں سمیت میرے پیچھے پیچھے ہولیا۔ جب شہر سے باہر ویران سی جگہ پر پہنچے تو سکھ سردار پھر میرے قدموں پر گر پڑا۔ کہنے لگا میں حضور کے ہاتھ پر مسلمان ہوتا ہوں۔ چنانچہ بال بچوں سمیت کلمہ طیبہ پڑھا اور سب مسلمان ہوگئے۔ میں نے اُنہیں تھپکی دی اور اس کے بعد اُن سے علیحدہ اپنا سفر اختیار کر لیا۔

حذر اے چیرہ دستاں!

۲۶ فروری ۱۹۷۲ء بمقام جلسہ جیم تحصیل میلسی فرمایا: چاچڑاں شریف ضلع بہاول پور کے علاقے میں جہاں میرے بیشتر مرید ہیں میں کبھی کبھی جایا کرتا تھا۔ وہاں چاچڑاں شریف کے قریب ایک جنگل میں چند خاردار درخت تھے۔ کسی زمانے میں وہاں پر کسی بزرگ کا ڈیرہ تھا۔ چند درویش اُس جگہ کی حرمت کے لئے وہاں مقیم رہتے اور جھاڑو وغیرہ دیتے رہتے۔ عام لوگ

بھی اُس جگہ کا احترام کرتے۔ جوتے وغیرہ بھی اُس حد کے اندر نہ لیجاتے تھے۔ ایک دفعہ اُن دنوں علاقے کا تحصیلدار کہیں دورے پر جا رہا تھا اُسے گرمی کے موسم میں وہ سایہ دار درختوں کا جھنڈ بہت پسند آیا اور وہاں قیام کرنے کا ارادہ کیا۔ اُس کے عملے نے اُسے سمجھایا کہ یہ بابرکت اور احترام کی جگہ ہے۔ اگر آپ قیام کرنا چاہتے ہیں تو جوتے اُتار کر اور ادب سے یہاں قیام فرما لیں۔ مگر وہ کوئی ضدی اور بدعقیدہ آدمی تھا۔ اُس نے عملے کو ڈانٹ دیا اور متولی درویشوں کو بے عزت کرکے اُس جگہ سے نکال دیا۔ خود جوتوں سمیت اُس جگہ پر آگیا اور چارپائی ڈال کر لیٹ گیا۔ درویش متولیوں کو سخت کوفت اور پریشانی ہوئی وہ بے چارے وہاں سے دھکے کھاتے ہوئے نکل کر قریب دریا کے کنارے آگئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور رونا شروع کر دیا۔ دعا قبول ہوئی۔ تحصیلدار وہیں بیٹھا بیٹھا جکڑا گیا۔ نہ بیٹھنے کے قابل نہ چلنے کے قابل سخت گھبرا گیا۔

حذر اے چیرہ دستاں! سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

وہاں سے لوگ اُسے چارپائی پر ڈال کر اس کے گھر پہنچا آئے۔ ہر چند اُس نے علاج معالجہ کیا مگر کچھ آرام نہ آیا۔ چار پانچ ماہ بعد مجھے پھر چاچڑاں شریف جانے کا اتفاق ہوا۔ خواجہ عبدالغفور صاحب اُن دنوں بہاول پور کے چیف انجینئر (محکمہ نہر) تھے۔ اُنہوں نے اپنی ملاقات کے دوران مجھ سے اُس تحصیلدار کی بیماری کا ذکر کیا، اور دُعا کے لئے گذارش کی میں نے کہا صبر کیجئے۔ اس شخص نے بزرگ کی جگہ کی بڑی بے حرمتی کی ہے، اور درویشوں کو بھی ذلیل و خوار کیا ہے۔ خواجہ صاحب نے تحصیلدار کے بیوی بچوں کا واسطہ دیا اور دعا کے لئے پھر گذارش کی۔ چنانچہ میں نے کہا اچھا اُسے میرے پاس لے آؤ چنانچہ لوگ اُسے چارپائی پر ڈال کر میرے روبرو لے آئے۔ میں نے اُس کے جسم پر ہاتھ پھیر کر دم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا وہ اُٹھنے بیٹھنے کے قابل ہو گیا۔ پہلے تو رفع حاجت وغیرہ سے بھی عاجز تھا اب اس قابل ہو گیا کہ خود رفع حاجت کر سکے۔ میں نے تحصیلدار سے پوچھا کیوں میاں کیا حال ہے؟ رو پڑا۔ کہنے لگا حضور غلطی ہوئی معافی چاہتا ہوں۔ روپے میں چار آنے آرام ہے۔ کرم نوازی فرمایئے تاکہ مکمل آرام ہو جائے۔ میں نے کہا اُسی مہینے اُسی تاریخ اُسی وقت اور اُسی جگہ جہاں تم نے بے ادبی کی ہے حاضر ہو جانا۔ اللہ رحم فرمائے گا۔ چنانچہ جب اس حالت میں سال پورا ہو گیا اور وہ مہینہ اور تاریخ آئی تو اُسی جگہ جہاں اُس سے بے ادبی ہوئی تھی پہنچ گیا۔ وہاں میں نے گیارھویں شریف کے ختم کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ ختم شریف میں اُس کے لئے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے قبولیت ہوئی اور

تحصیلدار بالکل تندرست و توانا ہو گیا اور اپنے قدموں سے چل کر واپس اپنے گھر گیا۔

گاہے یوں بھی ہوتا ہے

۳۰ ستمبر ۱۹۶۶ء کی نشست میں فرمایا : نواب صاحب بہاولپور مٹھن کوٹ کے ایک گدی نشین پیر کے مرید تھے۔ جو اُن دنوں نوری محل میں نواب صاحب کے ہاں مقیم تھے۔ نواب صاحب اُن دنوں چند حکومتی پریشانیوں میں مبتلا تھے۔ اتفاق سے اُنہیں دنوں میں بھی اُسی شہر میں مقیم تھا۔ نواب صاحب میرے پاس حاضر ہوئے اور اپنی پریشانیوں کا ذکر کیا۔ میں نے انہیں کہا کہ آپ فوراً نوری محل سے نقل مکانی کر جائیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا۔ نواب صاحب نے واپس جا کر اس بات کا اپنے پیر سے بھی ذکر کیا۔ اُنہوں نے نواب صاحب کو کہا کہ کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں۔ میں جو یہاں موجود ہوں۔ چنانچہ نواب صاحب نے نوری محل سے نقل مکانی کا ارادہ ترک کر دیا۔

حکمت الٰہی دیکھئے کہ اسی رات نوری محل کی تمام دیواریں ہلنا شروع ہو گئیں اور زلزلے کی طرح شدید جھٹکوں کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ یہ کیفیت دیکھ کر نواب صاحب بہت ڈر گئے اور اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ فوراً راتوں رات نوری محل خالی کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے فوراً محل خالی کر دیا اور خیموں میں مقیم ہو گئے پچھلے پہر میرے پاس حاضر ہوئے اور معافی کے خواستگار ہوئے، اور صبح ڈیرہ نواب صاحب منتقل ہو گئے۔ اُس سے اگلے دن گیارھویں شریف کا ختم تھا شیخ نیاز علی جو میرے مریدوں میں سے تھے اُن دنوں بہاول پور میں XEN محکمہ نہر تھے اُنہوں نے دل کھول کر ختم شریف میں حصہ لیا۔ نواب صاحب نے بھی گیارھویں شریف کا زبردست اہتمام کیا اور تمام چیزیں پکوائیں۔ میرے ہاتھوں غرباء میں تقسیم کرائیں۔ میں نے کہا کہ آپ دونوں نے دل کھول کر خیرات کی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ حضور غوث الاعظم کے دربار سے آپ دونوں میں سے جسے اول انعام ملا اُسے میں اپنی طرف سے ایک ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت شیخ صاحب اول آئے چنانچہ میں نے ایک ہزار روپیہ انعام دیا۔ شیخ صاحب بھی عجب محبت اور عقیدت والے تھے انہوں نے ایک ہزار روپیہ اپنی طرف سے اُس رقم میں ڈال کر یعنی دو ہزار روپے میرے قدموں میں ڈال دیئے۔ میں نے اسی وقت رقم غریبوں مسکینوں میں راہِ خدا تقسیم کر دی۔

شانِ مسیحائی

بیماری کی سزا سے رہائی

ایک نشست میں فرمایا : بڑی سرکار کا ارشاد مبارک ہے کہ چودھویں صدی میں جو لاعلاج مریض ہو گا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اُسے آپ کے ہاتھوں شفا ہوگی- یہ سب بڑی سرکار (سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) اور حضور غوث پاکؒ کا صدقہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے عطاء ہوا ہے-

چند دن ہوئے میرپور (آزاد کشمیر) کے ملحقہ گاؤں سے چند لوگ میری خدمت میں آئے- اُن کے ہمراہ ایک نوجوان لڑکا تھا جو سوکھ کر کانٹا ہو گیا تھا- اُس کی ٹانگیں جڑ گئی تھیں- بالکل اپاہج ہو گیا تھا- یہ لڑکا ولایت (برطانیہ) میں مزدوری وغیرہ کرتا تھا- کافی پیسہ کما کر لایا تھا اُس کے والدین کافی متمول تھے اُس کے علاج معالجہ پر بہت خرچ کیا مگر شفا نہ ہوئی- نوجوان کے والدین کو میں نے کہا کہ اگلی جمعرات کو آنا پھر بتاؤں گا- چنانچہ وہ چلے گئے اور جمعرات کو پھر آگئے- اس سے پہلی رات یہ واقعہ سامنے آیا کہ ایک بہت ہی پرانے زمانے کے سفید درویش جنہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے- سرخ و سفید رنگ تھا- چہرہ مبارک آفتاب کی طرح دمک رہا تھا- داڑھی مبارک، بھونیں اور سر کے بال سب بالکل سفید تھے- سر پر عربی طرز سے رومال باندھ ہوا تھا تشریف لائے- فرمانے لگے اس لڑکے نے ہماری بہت بے ادبی کی ہے وہ یوں کہ اِن کے گاؤں کے باہر ایک بہت پرانا درخت ہے اُس کے نیچے ہمارا اور ہمارے اہل کا ڈیرہ ہے یہ اُس درخت پر چڑھ گیا تھا اور درخت کو کاٹنے کی کوشش کر رہا تھا- ہم نے اسے منع کیا اور آواز دی "ہوں-" "ہوں-" مگر یہ باز نہ آیا- تین مرتبہ ہم نے اسے منع کیا مگر یہ اپنی ضد پر قائم رہا- لٰہذا ہم نے اسے درخت سے نیچے پٹک دیا- یہ بیماری اُس بے ادبی کی سزا ہے- ہمارے اہل کی بے پردگی ہوئی- آپ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں- میں نے عرض کی سرکار یہ جاہل ہے- اپنی بے وقوفی سے غلطی کر بیٹھا ہے اسے معاف فرما دیں مگر وہ نہ مانے-

دوسری رات تین درویش اسی لباس میں پھر تشریف لائے اور یہی واقعہ دہرایا- میں نے پھر معافی کی درخواست کی پھر چلے گئے تین چار دن بعد وہی درویش سبز لباس میں تشریف

لائے اور پھر اسی واقعہ کو دہرایا اور تکرار کی۔ میں نے پھر اُن سے اُس نوجوان کی معافی کی درخواست پیش کی اور اپنے معمول کے مطابق پانی دم کرتا رہا۔ انہوں نے پانی کا آدھا گھڑا انڈھیل دیا مگر میرے اصرار پر اُسے معاف فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ایک جمعرات سے دوسری جمعرات تک دم شدہ پانی پینے سے لڑکے میں توانائی آگئی۔ پانی دم کرکے بدستور اُسے دیا جا رہا ہے اور لڑکا صحت مند ہوتا جا رہا ہے۔ اب اُس کی ٹانگیں بھی درست ہوگئی ہیں بدن بھی کافی ٹھیک ہوگیا ہے۔ اس کے بعد میرے پاس وہ لوگ پانی دم کرا کرلیجاتے رہے اور معینہ مدت کے علاج سے جب وہ تندرست و توانا ہوگیا تو اُس کے والدین نے دل کھول کر گیارھویں کی دیگوں کا سامان میرے روبرو پیش کیا جو پکا کر حاضرین اور غرباء میں تقسیم کر دیا گیا۔

ایک اپاہج کی صحت یابی

ایک نشست میں فرمایا : عالم مجذوبیت میں جن دنوں میں برما کے گھنے جنگلوں میں قیام پذیر تھا گیارھویں والے دن خودبخود ہوش آجاتا۔ مخلوقِ خدا ہزاروں کی تعداد میں بلا تخصیص مذہب و ملت منتظر ہوتی۔ میں نے جائے قیام کے آس پاس احاطہ نما شکل میں باڑ لگوا رکھی تھی جس میں کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ میں گفتگو نہیں کرتا تھا صرف اشاروں سے سمجھا دیتا سائل و حاجت مند بفضل تعالیٰ فیض یاب ہو کر جاتے۔ ایک دفعہ ایک اپاہج کو اُس کے لواحقین چارپائی پر ڈال کر میرے پاس دعا کرانے کے لئے لائے۔ میں نے اشارے سے کہا کہ چارپائی یہیں چھوڑ جاؤ شام کو واپس لے جانا۔ اللہ کی رحمت ہوئی کہ جب شام کو وہ لوگ اُسے لینے کے لئے آئے تو وہ اپاہج لڑکا بالکل صحیح سلامت ہو کر اُن کی باہوں میں باہیں ڈال کر اُن کے ساتھ خود چل کر واپس گھر گیا۔

بدعقیدگی سے توبہ پر انعام

ایک روز ارشاد ہوا : بڑی مدت کی بات ہے ضلع لائل پور (فیصل آباد) کے ایک گاؤں کے باہر مجھے گیارھویں شریف کے ختم کا حکم ہوا اور ساتھ ہی یہ ارشاد ہو کہ اس ختم شریف کا کسی سے مطلقاً ذکر نہیں کرنا۔ اتفاق دیکھئے کہ ختم شریف میں صرف ایک دن باقی رہ گیا مگر اس دوران کوئی جنس یا نقدی میرے پاس نہ تھی۔ میں توکل علی اللہ اُس کی رحمت کا منتظر تھا۔ جس

گاؤں کے قریب میں نے ڈیرہ لگایا ہوا تھا وہاں کے لوگ ایسے عقیدے کے تھے جو ایصالِ ثواب کے بالکل قائل نہ تھے۔ دن ڈھل گیا۔ شام ہوئی تو اُس گاؤں کا ایک شخص جو بڑا متمول زمیندار تھا میرے پاس آ حاضر ہوا۔ میں نے پوچھا کیا حکم ہے؟ اُس نے ہاتھ باندھ لئے اور عرض کی کہ حکم تو حضرت کا چلتا ہے۔ میں تو ایک ادنیٰ سائل ہوں دعا کرانے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ میں نے کہا تم وہابی ہو اور وسیلے وغیرہ کے قائل نہیں۔ کہنے لگا جب حضور کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں تو گویا اب وہ عقیدہ نہیں رہا۔ عرض یہ ہے کہ میری شادی کو بیس سال کا عرصہ ہو گیا ہے مردانہ کمزوری کی وجہ سے ابھی تک اولاد نہیں ہوئی۔ ہزاروں روپے علاج پر خرچ کر دیئے ہیں مگر مراد بر نہیں آئی۔ میں نے اُسے تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں۔ تم یہیں ٹھہرو میں ذرا چائے بنا لوں۔ اُن دنوں میری صحت بہت اچھی تھی چنانچہ چائے وغیرہ میں خود ہی تیار کرتا تھا۔ چائے تیار ہو گئی تو ایک پیالی میں نے اُسے پیش کی اور ایک پیالی میں خود پینے لگا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھئے کہ جونہی اُس نے چائے کی پیالی پینا شروع کی ہر گھونٹ کے ساتھ اُس میں مردانہ قوت پیدا ہونا شروع ہو گئی حتیٰ کہ جب وہ پیالی ختم کر چکا تو اپنے آپ کو بالکل تندرست اور فٹ محسوس کرنے لگا۔ بڑی عقیدت سے مجھ سے رخصت ہو کر چلا گیا اُسی رات اُس نے اپنی بیوی سے مقاربت کی اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال ہوئی اور اُس کی بیوی کو امیدواری ہو گئی۔ علی الصبح وہ چھ سو روپے نقد۔ سات بوری گندم چار ریڑھے لکڑیاں اور دیگر سامان بمعہ دیگوں کے لئے کر میرے پاس حاضر ہو گیا اور کہنے لگا کہ انہیں پکوا کر گیارھویں شریف کا ختم دے کر تقسیم فرما دیں۔

اُسی رات کا واقعہ ہے کہ جب وہ شخص چائے پی کر مجھ سے رخصت ہو کر چلا گیا تو اُس نے اپنا واقعہ گاؤں کے نمبردار سے جو اُس کا قریبی رشتہ دار تھا بیان کیا۔ وہ عشاء کی نماز کے بعد پھر اسی شخص کے ہمراہ میری قیام گاہ کے قریب آیا۔ میں اُس وقت اپنے درود وظائف میں مشغول تھا۔ اُن کی آمد میرے مشاغل میں حائل ہوئی چنانچہ میں نے اُنہیں وہیں دُور سے ڈانٹا کہ دنیا کے کتو! بھاگ جاؤ کیوں مجھے تنگ کرتے ہو۔ وہ شخص جو اللہ کی مہربانی سے شفایاب ہوا تھا اُس نمبردار کو ساتھ لے کر واپس چلا گیا مگر اس جستجو میں رہا کہ جس وقت بھی پیر صاحب اپنے درود و وظائف سے فارغ ہوں اُسی وقت میں نمبردار کو ان کی خدمت میں پیش کر دوں چنانچہ جب میں فارغ ہوا تو وہ شخص نمبردار کو لے کر پھر وہاں آ حاضر ہوا اور قریب آنے کی اجازت

چاہی۔ میں نے اجازت دے دی۔ نمبردار ہاتھ باندھ کر کھڑا رہا۔ عرض کرنے لگا کہ حضور میرے ہاں بھی اولاد نہیں ہوتی۔ ہزاروں جتن کیے ہیں مگر کوئی کامیابی نہیں ہوئی دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھ پر بھی رحم کرے۔ میں نے کہا تم تو وہابی ہو۔ کہنے لگا حضور آپ کی خدمت میں آ کر وہابی نہیں رہا۔ جس طرح بھی حکم ہو گا گیارھویں شریف کے لیے دل کھول کر خرچ کروں گا۔ میں مسکرا دیا اور کہا اس وقت چلے جاؤ صبح آ جانا۔ چنانچہ دونوں چلے گئے علی الصبح اسی شخص کے ہمراہ آیا اور اس نے سولہ سو روپے نقد پندرہ بوری گندم، چار بکرے، دو گائیں، لکڑیوں کا ٹرک اور دیگر سامان لا کر وہاں میرے قریب ڈال دیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے راتوں رات ہی گیارھویں شریف کے ختم کا انتظام ہو گیا۔

چک ۲۰۷ گ ب میں مستقل رہائش

۸ ستمبر ۱۹۶۶ء کی ایک نشست میں ارشاد فرمایا: کہ لائل پور (فیصل آباد) کا علاقہ جن دنوں ابھی آباد نہیں ہوا تھا اور "جانگلی" کہلاتا تھا اُن دنوں جہاں آج کل (چک ۲۰۷ گ ب تحصیل جڑانوالہ) بچیانہ گاؤں کے قریب میری رہائش گاہ ہے اس کے باہر ایک کیکر کا درخت اور ایک لسوڑے کا بوٹا تھا۔ میں نے مجذوبیت کے دور میں کافی عرصہ پہلے ننگے بدن اُس کیکر کے نیچے آٹھ سال گزارے۔ اس کے بعد میں سیر و سیاحت کرتا ہوا دوسرے ملکوں میں پھرتا پھراتا پھر اسی جگہ پر آ پہنچا۔ اُس وقت لسوڑے کا پودا بہت بڑا ہو چکا تھا میں نے چار سال اُس کے نیچے ننگے بدن گزارے۔ آج کل میری مستقل رہائش اُسی لسوڑے کے درخت سے ملحقہ زمین پر ہے جسے بعد میں حکومت نے میرے نام وہ زمین منتقل کر دی۔ میں نے وہاں آموں کا باغ لگا رکھا ہے اور اپنی ملکیتی زمین کے آس پاس باڑ بھی لگوا دی ہے۔ باڑ کے احاطہ میں ہی کوٹھڑی بنوا رکھی ہے۔ جہاں قیام کرتا ہوں۔ مجذوبیت کے عالم میں مختلف ممالک میں پچاسی سال کی عمر تک کا عرصہ گزارا۔ اب گذشتہ تقریباً پچاس سال (۱۹۱۶ء) سے پاکستان میں ہوں۔ یہاں آس پاس اور سمندری (رڑیالہ روڈ) کے پرانے باسیوں کی زبان پر اکثر یہ واقعات زبان زدِ عام ہیں کہ پرانے زمانے میں یہاں کیکر کا ایک درخت ہوتا تھا جس کے نیچے ایک مست وار زلفوں والے درویش کا ڈیرہ ہوا کرتا تھا۔ اس کے وہاں سے چلے جانے کے بعد کئی لوگوں نے اُس کیکر کے درخت کو اکھاڑنے کی کوشش کی مگر جب بھی اُس درخت کو کاٹنے یا اکھیڑنے کی کوشش کرتے تو وہ مست

وار زلفوں والا درویش آ حاضر ہوتا اور کہتا "ہوں۔" "ہوں" یعنی درخت کاٹنے سے منع کرتا۔ اگر اُس کے منع کرنے کے باوجود بھی کوئی کیکر کاٹنے کی کوشش کرتا تو اُس پر کوئی ناگہانی مصیبت آن پڑتی چنانچہ لوگ اُس درخت کو کاٹنے سے باز آجاتے۔

اسی طرح اگر کسی وقت کوئی شخص اُس درخت کے نیچے رفع حاجت کی غرض سے آتا تو وہ مست وار زلفوں والا درویش پھر آ حاضر ہوتا اور کہتا "ہوں۔ ہوں" یعنی اس جگہ کو پلید نہ کرو۔ چنانچہ وہ شخص وہاں سے اُٹھ بیٹھتا اور وہاں سے دُور کسی دوسری جگہ رفع حاجت کے لئے چلا جاتا۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے یہ جگہ آج تک پاک چلی آتی ہے اور درخت بھی اُس زمانے سے قائم چلا آتا ہے۔ اسی طرح اب وہ لسوڑے کا درخت بھی افراط سے پھل دیتا ہے۔ جب پک کر بیج گرتے تو بعض لوگ وہ بیج اُٹھا کر لے جاتے تاکہ اپنے علاقے میں اسی اچھی قسم کا درخت کاشت کریں۔ لسوڑے کے درخت اُس بیج سے اُن کے علاقے میں اُگتے مگر جب پھل دینے کا وقت آتا تو وہ سڑ جاتے (خشک ہو جاتے۔)

راقم الحروف نے عرض کی کہ قبلہ! وہ بغیر اجازت بیج اُٹھا کر لے جاتے ہوں گے جبھی وہ درخت پھل نہ لاتے ہوں۔ اگر اجازت سے لے جاتے اور کاشت کرتے تو درخت یقیناً بارور ہو جاتے۔ حضرت قبلہ مسکرا کر خاموش ہو گئے۔

تادم تحریر وہ لسوڑے کا درخت تو قائم ہے جس کے پاس حضور کا مزار شریف تعمیر ہوا ہے۔ البتہ کیکر کا درخت گذشتہ کئی سالوں سے معدوم ہے۔

حسن عقیدہ

ایک دفعہ فرمایا : میری رہائش گاہ سے جانب مغرب جو پگڈنڈی اس دیہہ سے رڑیالہ روڈ سٹیشن جاتی ہے۔ وہاں بھی ایک لسوڑے اور بیر کا درخت ہے جس کے نیچے میں نے عالم مجذوبیت میں مختلف اوقات میں ذکر الٰہی میں آٹھ دس سال گزارے مخلوقِ خدا اُن کا آج تک احترام کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن درختوں کے پھلوں میں تاثیر پیدا کر دی ہے۔ اُس عرصہ میں میرا معمول تھا کہ گیارھویں شریف کے سالانہ عرس میں بغداد شریف حاضر ہوا کرتا تھا۔ میری غیر حاضری میں ایک دفعہ ایک بی بی نے میرے اُس بیر کے درخت کے تین چار بیر جو اُس درخت سے گرے تھے اِس عقیدے سے کھا لئے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی برکت سے اُسے لڑکا عطا

فرمائے۔ اُس بی بی کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی۔ بیر کھاتے وقت اس نے منت مانی کہ اگر اللہ نے میری مراد پوری کی تو میں سونے کے کڑے وزنی پچیّس تولے، ایک انگوٹھی، ایک ہار، ایک پلنگ بمعہ بستر، ایک بھینس بمعہ بچھڑا اور اجناس برائے ختم گیارھویں شریف راہ اللہ نذر کروں گی۔ اللہ کی حکمت اور قدرت دیکھئے کہ ان بیروں کے کھانے کے بعد اپنے خاوند سے مقاربت کے بعد وہ حاملہ ہو گئی۔ وقت پورا ہونے پر اُس کے ہاں توام بچے پیدا ہوئے۔ وہ خوشی سے پھول نہ سمائی اور اپنی پوری منت ادا کی۔ سونے کے زیور اور دیگر چیزیں تو میں نے فروخت کر دیں اُن کی رقم اور اجناس گیارھویں شریف کے ختم پر خرچ کر دی۔

لاعلمی بچا گئی

کچھ توقف کے بعد فرمایا: ایک دفعہ میں کالا باغ کے ملحقہ علاقے میں گیا ہوا تھا۔ میری غیر حاضری میں چند مسافر جن کے ساتھ کچھ عورتیں تھیں۔ میری اُس رہائش گاہ کے قریب سے گزریں۔ اتفاق سے اُن میں سے ایک عورت کو پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی۔ اس نے دور کھیتوں میں جانے کی بجائے اُس بیر کی آڑ کو غنیمت جانا اور وہیں پیشاب کرنے بیٹھ گئی۔ حکمت الٰہی جونہی اُس نے پیشاب کیا اُنہیں قدموں پر ہی وہ پاگل ہو گئی اور شور وغل مچانا شروع کر دیا۔ وہ لوگ بے چارے اجنبی تھے لاعلمی میں مارے گئے۔ گاؤں کے لوگ اس شور شرابے پر اکٹھے ہو گئے۔ انہوں نے جب یہ ماجرا سنا تو ان مسافروں کو بتایا کہ یہ بیر کا درخت بڑا متبرک ہے یہاں "زلفوں والے گیارھویں والا پیر" کی بیٹھک ہے اس جگہ تو بی بی کو پیشاب نہیں کرنا چاہئے تھا اُنہوں نے کہا کہ لاعلمی میں یہ بے ادبی ہو گئی ہے۔ وہ لوگ میرا پتہ پوچھتے پوچھتے مختلف جگہوں میں پھرتے پھراتے مجھے تلاش کرتے آخر میرے پاس آ ہی پہنچے اور اپنا واقعہ بتایا۔ میں نے کہا گھبراؤ نہیں یہ جان بوجھ کر بی بی نے حرکت نہیں کی بلکہ لاعلمی میں اُس سے بے ادبی ہو گئی ہے۔ میں پانی دم کر دیتا ہوں یہ اُسے پلا دینا۔ اُنہوں نے گھر جا کر وہ دم شدہ پانی اُس بی بی کو پلا دیا۔ اللہ کی رحمت ہوئی اور وہ بی بی پانی پیتے ہی بالکل ٹھیک ہو گئی۔

ہڈ بیتی

وہی میری کم نصیبی وہی تیری بے نیازی

دوسرے سال ۱۹۶۵ء موسم گرما میں جب تشریف لائے تو میں نے عرض کی کہ قبلہ! میرے پیرومرشد نے مجھے جو سبق تلقین فرمایا تھا میری کوتاہیوں کی وجہ سے صحیح معنوں میں جاری نہیں ہوا۔ دعا فرمائیں۔ آپ نے وہی سبق جو میرے پیرومرشد نے اپریل ۱۹۵۰ء میں مجھے تلقین فرمایا تھا خود ہی ذکر فرماتے ہوئے حکم دیا کہ رات کے پورے دو بجے اور تین بجے تک تمہارا ٹائم ہے۔ تین بج کر ایک منٹ پر بھی اُٹھے تو وہ غیرحاضری شمار ہوگی۔ طبیعت کی سستی کہیے یا لاپرواہی۔ باقاعدگی پیدا نہ ہو سکی حتیٰ کہ رمضان شریف آگیا۔ رمضان شریف میں چونکہ باقاعدگی سے اور ٹائم پر اُٹھنا ہوتا تھا لہٰذا اس مہینے حتیٰ الامکان وقت کا پابند رہا مگر اس کے بعد پھر پابندی برقرار نہ رہی۔ میرا تین سالہ لڑکا (جو چار لڑکیوں کے بعد پیدا ہوا تھا) میرے ساتھ بے حد مانوس ہو گیا تھا وہ میرے ساتھ ہی سوتا تھا۔ کئی مرتبہ رات کو وہ بستر پر پیشاب کر دیتا جس سے جسم اور قمیض کا کچھ حصہ ناپاک ہو جاتا۔ سخت سردی کی وجہ سے غسل کرنے میں سستی کر دیتا اور جسم اور کپڑے کا اتنا ہی حصہ دھو کر نوافل ادا کرلیتا۔ آپ نے ۸ فروری ۱۹۶۶ء کو جلہ جیم (میلسی) سے خط تحریر فرمایا:

"السلام علیکم بعداز دعا عمر درازی و ترقی درجات دینی و دنیاوی کے واضح ہو کہ آپ کو کہا گیا تھا کہ آپ دو بجے اُٹھا کرو، مگر آپ کبھی اڑھائی بجے اُٹھتے ہیں اور کبھی چار بجے۔ ایک (وہی) ٹائم مقرر کریں۔ غسل کر کے عبادت میں مشغول ہوں بہتری ہوگی۔"

خاور صاحب آ گئے ہیں

اپنے وصال سے تقریباً سولہ ماہ پیشتر حضرت قبلہؒ کی طرف سے رقم الحروف کو برادرم حکیم قمرالزمان شفاخانہ ربانیہ موضع جلہ جیم تحصیل میلسی ضلع وہاڑی کے ہاں (۲۶ جنوری ۱۹۷۲ء) پہنچنے کا حکم ہوا۔ جہاں آپ ہر سال کئی ماہ قیام فرمایا کرتے تھے۔ یہ حکیم صاحب حضرت قبلہ کے بہت پرانے اور مخلص ترین مریدوں میں سے تھے جن کی وابستگی اور ارادت گذشتہ چالیس سال

سے تھی۔ یہ جید عالم، بہترین نباض، انتہائی مہمان نواز، خوش خلق، سخی اور پرانی وضع کے بزرگ تھے، اور اپنی وابستگی کے دن سے انتہائی باقاعدگی کے ساتھ بڑے اعلیٰ پیمانے پر گیارھویں شریف کا ختم دلایا کرتے تھے۔ حضرت کی ان پر خصوصی توجہ تھی۔ حکیم صاحب اور دیگر حاضرین جو مجھ سے آشنا تھے اُن کا خیال تھا کہ میں ۲۶ جنوری یعنی ختم شریف والے دن علی الصبح پہنچوں گا۔ سخت سردی کا موسم تھا حضرت قبلہ نے ۲۵ جنوری کی شام کو حکیم صاحب و دیگر حاضرین کو فرمایا کہ خاور صاحب آج صبح ہی بذریعہ بس روانہ ہو چکے ہیں اور یہاں پہنچنے والے ہیں۔ حویلی کا مخصوص کمرہ جس میں حضرت قبلہ مقیم تھے اس کا اندرونی دروازہ بند تھا۔ یہ ڈاک بنگلہ نما مہمان خانہ تقریباً آدھے ایکڑ زمین پر واقع تھا۔ فرنٹ لان نہایت کشادہ تھا۔ راقم الحروف اس اثناء میں مہمان خانے کے مین گیٹ پر باہر پہنچ چکا تھا کہ بند کمرے میں بیٹھے ہوئے حضرت قبلہ یہ فرماتے ہوئے فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور باہر برآمدہ میں آگئے کہ خاور صاحب آگئے ہیں۔ میں جب مین گیٹ سے لان طے کر کے برآمدہ میں حضرت قبلہ کے پاس پہنچا تو آپ کمال شفقت سے ملاقی ہوئے اور فرمایا: میں نے تمہارے لئے چائے تیار کر کے کوئلوں پر گرم رکھی ہوئی ہے۔ میں نے رات کو ہی تمہیں لاہور سے روانہ ہوتے وقت دیکھ لیا تھا۔ پہلے چائے پی لو بعد میں گفتگو ہوگی۔

چائے سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے میری پہلی ملاقات والا واقعہ جو عرضِ حال "اپنی بات" میں درج کیا گیا ہے بیان فرمایا۔ دوسری نشست میں آپ نے کانگڑہ کے جنگلوں میں قیام کا واقعہ بیان فرمایا جو علیحدہ درج کر دیا گیا ہے۔

رموزِ سلطنت خویش خسرواں دانند

میرے بڑے ہم زلف سکھر سندھ میں آباد ہو گئے تھے وہ ریلوے آفس میں ملازم تھے اُنہوں نے ہمارے ہاں منگلا کالونی پہنچنے کے متعلق ستمبر ۱۹۶۶ء میں خط لکھا۔ ۲۴ ستمبر کو حسب معمول میری بیوی حضرت قبلہ بابا جی کی خدمت میں ڈھوک کملا کھانا لے کر حاضر ہوئی۔ کھانا تناول فرمانے کے بعد خود ہی میری بیوی سے پوچھا کہ کل کس کا خط آیا تھا۔ اُس نے عرض کی قبلہ! میرے بڑے بہنوئی کا فرمانے لگے ہاں مجھے پتہ ہے وہ مجھ سے ملنا بھی چاہتا ہے۔ بڑا دُبلا پتلا، لمبے قد کا ہے۔ اُسے دل کی بھی تکلیف ہے۔ وہ تمہارے گھر پہنچ چکا ہے۔ جلدی گھر جاؤ وہ تمہارا

انتظار کر رہا ہے۔ کل گیارھویں شریف کے ختم میں اُسے ساتھ لے آنا۔ میری بیوی آپ سے رخصت ہو کر نہر کے کنارے پر آئی تو ایک سائیکل سوار بچے نے جو کالونی جا رہا تھا لفٹ دے دی اور وہ چار پانچ منٹ میں گھر پہنچ گئی۔ بھائی صاحب نے دیکھتے ہی پوچھا تم کہاں گئی تھیں۔ میری بیوی نے کہا کہ باباجی کے پاس۔ کہنے لگے تمہیں بابوں نے ہی کھا جانا ہے۔ وہ دراصل پیر بزرگوں کے چنداں معتقد نہیں تھے۔ اگلے دن باباجیؒ کی خدمت میں حاضری دی تو اطمینانِ قلب نصیب ہوا۔ اُن کی صرف ایک دن کی رخصت تھی مگر وہاں تین دن باباجی کے حکم کے مطابق متواتر حاضری دیتے رہے۔ اُن دنوں اُن کے خلاف کوئی محکمانہ کیس بھی بنا ہوا تھا۔ مجھے کہنے لگے کیوں میری نوکری گنواتے ہو؟ چلو باباجی سے اجازت لے دو اور مجھے واپس جانے دو۔ چنانچہ ہم صبح سویرے ہی حاضر خدمت ہو گئے۔ آپ نے مجھ سے پوچھا کیا ارادہ ہے میں نے عرض کی قبلہ ان کی ایک دن کی چھٹی تھی۔ آج چوتھا دن ہے واپس جانے کی اجازت طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ آپ مسکرائے۔ کچھ توقف کے بعد فرمایا : کافی عرصہ کی بات ہے۔ تحصیل و ضلع گوجرانوالہ میں ایک قصبہ نوشہرہ وِرکاں ہے۔ مجھے وہاں گیارھویں کے ختم شریف کی تاریخ آ گئی۔ وہاں کا نمبردار عجب عقیدے والا آدمی تھا۔ اُن دنوں اُس نے معاملہ کی رقم اکٹھی کی ہوئی تھی۔ اتفاق سے جس دن ختم شریف تھا اسی تاریخ کو اُسے گاؤں کا معاملہ داخل خزانہ کرنے کے لئے گوجرانوالہ جانا تھا۔ اُسے اس بات پر سخت پریشانی ہوئی کہ باباجی یہاں میرے پاس گاؤں میں ختم شریف کے سلسلہ میں تشریف فرما ہیں اور مجھے معاملہ داخل خزانہ کرنے کے لئے آج ہی حاضر ہونا ہے اس طرح تو ختم شریف میں میری غیر حاضری ہو جائے گی۔ اسی کشمکش میں وہ معاملہ کی رقم جو تقریباً پانچ ہزار کے قریب تھی لے کر گاؤں سے نکل پڑا۔ گاؤں کے باہر کنویں کے قریب میں نے ڈیرہ لگایا ہوا تھا۔ اُسے وہاں سے گزر کر گوجرانوالہ جانا تھا۔ جس وقت وہ کنویں کے قریب پہنچا تو گوجرانوالہ جانے کی بجائے میرے پاس آ حاضر ہوا اور معاملہ کی ساری رقم میرے قدموں میں ڈال دی کہ اسے ختم شریف میں شامل فرمالیں۔ میں نے جزائے خیر اور دعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دیئے۔ یہاں ختم شریف کے بعد تحصیل سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں چلا آیا۔ جب اگلے مہینے گیارھویں شریف کے ختم کی تاریخ آئی تو وہی نمبردار نوشہرہ وِرکاں والا پانچ سو روپے کی رقم لے کر میرے پاس آ حاضر ہوا کہنے لگا۔ سرکار کے جانے کے بعد کچہری سے مجھے چھٹی ملی کہ تم نے معاملہ کی رقم تو خزانے میں جمع کرا دی ہوئی ہے مگر ابھی تک

اپنا پنجوترا وصول کرنے نہیں آئے۔ چنانچہ میں کچہری پہنچا اور وہاں سے پنجوترا وصول کیا جو یہ پانچ سو روپے ہیں اسے گیارھویں شریف کے ختم میں شامل کرلیں حاضرین یہ واقعہ سن کر بڑے حیران ہوئے ڈھوک کملا کے صوفی محمد شریف نے جس کے ہاں حضرت باباجی مقیم تھے مجھے کہا کہ یہ واقعہ دراصل آپ کی اس بات کا جواب ہے کہ چھٹی تو تین دن ہوئے ختم ہو چکی ہے۔ اگر اجازت ہو تو اب واپس چلے جائیں۔

میرے ہم زلف واپس چلے گئے، اور ڈیوٹی پر حاضر ہو گئے۔ وہاں سے خط لکھا اور بڑے تعجب کا اظہار کیا کہ میری ڈیوٹی مالگدام میں ٹیبل ورک کی نہیں تھی۔ اِدھر اُدھر کی بیرونی ڈیوٹی تھی میں دفتر گیا تو کسی نے بھی میرے OVER STAY کا نوٹس نہ لیا بلکہ حیرانی کی بات یہ ہے کہ رجسٹر پر میری ان دنوں کی حاضری لگی ہوئی تھی۔ مزید حکمت الٰہی ملاحظہ ہو کہ چند ماہ بعد وہ محکمانہ کیس بھی ختم ہو گیا۔

نماز بہ پابندئ وقت

ستمبر ۱۹۶۶ء میں ایسا اتفاق ہوا کہ تین چار دن مسلسل فجر کی نماز کے لئے بروقت بیدار نہ ہو پاتا۔ اس طرح یہ قضا نمازیں پڑھتا رہا۔ ایک شام (مغرب کی اذان سے پیشتر) جب رخصت کی اجازت طلب کی تو فرمانے لگے بیٹا میں ہر وقت تمہیں دیکھتا رہتا ہوں اور تمہارے ساتھ ہوتا ہوں۔ فجر کی نماز کے لئے بروقت اٹھا کرو۔ عشق و محبت کا تقاضا ہے کہ یار کے حکم میں کوتاہی نہ آنے پائے۔ نماز کا وقت جس طرح معین ہے اسی طرح وقت کی پابندی کے ساتھ باقاعدہ بلاناغہ پڑھا کرو۔

دوست نزدیک تراز من بمن است ویں عجب تر کہ من ازوے دُورم

دم شدہ الائچیوں اور پانی کی بے ادبی

میری دس سالہ بچی کو اکثر تشنج کی سی کیفیت ہو جاتی تھی اور چیخ مار کر بیہوش ہو جاتی۔ حضرت قبلہؒ نے الائچیاں دم کر کے دیں کہ گرم پانی میں ڈال کر رات کو پونے تین بجے بچی کو نہلایا کرو ساتھ ہی یہ بھی ہدایت فرمائی کہ غسل کا پانی گندی نالی میں نہ جائے۔ اتفاق سے یہ پابندی ذہن سے نکل گئی، اور سخت سردی کا موسم تھا۔ بچی کو اُن کی والدہ باورچی خانہ میں ہی پانی

گرم کرکے اور الائچیوں کے دانے ڈال کر نہلاتی رہی۔ ایک نشست میں خود ہی فرمانے لگے۔ بیٹا! بعض اوقات مریضوں کو جو شفا نہیں ہوتی اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ بیان کردہ ہدایات کی مکمل طور پر پابندی نہیں کی جاتی۔ تم لوگ باورچی خانے میں بچی کو نہلا رہے ہو۔ الائچیوں پر پاک کلام دم کیا جاتا ہے۔ وہ پانی نالی سے بہہ کر گندے پانی کے گٹر میں چلا جاتا ہے اور اس طرح پاک کلام کی بے ادبی ہو رہی ہے۔ آئندہ احتیاط کریں اور بچی کو ایسے کمرے میں نہلائیں جہاں سے پانی باہر صاف زمین پر بہہ جائے اور وہیں جذب یا خشک ہو جائے۔

دِلوں کے جاسوس

منگلا ڈیم کالونی میں میرے دو دوستوں محمد سعید میر (جو آڈٹ ڈیپارٹمنٹ میں میرے رفیق کار تھے) اور محمد حفیظ بھٹی XEN نے جو اُس وقت جونیئر انجینئر تھے مجھ سے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ ہمیں بھی حضرت قبلہ باباجیؒ کی خدمت میں لے چلو تاکہ ہم بیعت کی سعادت حاصل کر سکیں۔ میں نے کہا بھئی پہلے مجھے اُن سے اجازت طلب کر لینے دو پھر لے چلوں گا۔ چنانچہ ڈھوک کملا آزاد کشمیر جہاں آپ اُن دنوں قیام پذیر تھے حاضر خدمت ہو کر اپنے اُن دوستوں کی خواہش کا اظہار کیا۔ فرمانے لگے بیٹا! آج کل لوگ کرامتوں کے پیچھے دوڑتے ہیں۔ صحیح اور مخلص ارادت مندوں کا قحط الرجال ہے۔ ایمان بالغیب ہونا چاہئے۔ دیکھ کر ایمان لانا کچھ اور ہوتا ہے۔ لوگ تن آسان ہیں۔ فقر کی منزلیں انتہائی کٹھن ہوتی ہیں۔ اس راہ میں بڑے عزم، ہمت، حوصلے، صحیح ارادت، عشق و محبت اور طلب صادق کی ضرورت ہوتی ہے۔ خلوصِ نیت سے بے لوث ہو کر عمل کرتے رہنا اور نتیجے کا صبر سے انتظار کرنا صحیح ارادت ہے۔ آج کل اِن صفات کا حامل کوئی کوئی ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا ظاہر کچھ ہوتا ہے اور باطن کچھ اور۔ اِن بچوں کے متعلق پھر کسی وقت بتاؤں گا۔ میں نے اگلے دن اُن دوستوں سے یہ ارشادات بیان کر دیئے۔ سعید میر تو بہت ہی حیران ہوئے۔ کہنے لگے واقعی میرے دل میں یہی خیال جاگزیں تھا کہ پہلے باباجی کی کرامتیں دیکھوں گا اگر طبیعت مانی تو بیعت کروں گا ورنہ نہیں۔ میں نے انہیں کہا برادرم صحیح درویش کی یہ کیا کم کرامت ہے کہ اُن کی صحبت میں دنیا و مافیہا کی یاد دل سے محو ہو جاتی ہے، اور صرف اللہ تعالیٰ کی یاد گھر کر جاتی ہے۔ ہزار مجاہدے اور بے ریا عبادتیں ایک طرف اور درویش خدا مست کی صحبت میں خلوص نیت اور ادب سے حاضری اِک

سب پر حاوی ہوتی ہے اور فیضانِ معرفت سے مالا مال کر دیتی ہے۔ میر صاحب نے سر جھکا لیا اور خاموشی اختیار کر لی۔

توجہ کا اثر: اگلے دن سعید میر اور ایک دوست محمد لطیف جو منگلا میں محکمہ اطلاعاتِ عامہ میں ملازم تھے اور محدثِ پاکستان حضرت مولانا سردار محمد رحمتہ اللہ علیہ فیصل آبادی کے مرید تھے۔ میرے ہمراہ حضرت باباجیؒ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ میر صاحب کے متعلق حضرت قبلہ نے ہاتھ کے اشارے سے پھر یہی فرمایا کہ ابھی حکم کا انتظار کرو۔ لطیف صاحب نے وہاں سے واپسی کے بعد مجھے کہا کہ خاور صاحب! میں جتنی دیر حضرت قبلہ باباجی کی خدمت میں بیٹھا رہا مجھے ایک خاص قسم کا سرور حاصل رہا۔ عجیب ہی وجدانی کیفیت طاری رہی۔ ایک نیم بیخودی کا عالم تھا جو صرف محسوس ہو رہا تھا مگر بیان نہیں کیا جا سکتا سبحان اللہ۔

مجھ سے سوال کیا کہ آپ کی اس بلند پایہ درویش سے کیسے ملاقات ہوئی؟ میں نے اپنی اولین ملاقات کا واقعہ بیان کیا جو عرضِ حال بعنوان "دل کی بات" کے تحت درج کیا جا چکا ہے۔ سن کر بڑے حیران ہوئے۔ کہنے لگے۔ خاور صاحب! یہ اپنے بس کی بات نہیں ہوتی۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرم نوازی پر مبنی اور انہیں کا صدقہ ہے۔

ما بداں منزلِ عالی نتوانیم رسید   ہم مگر لطف شما پیش نہد گامے چند

بھوک اور بچی کے رونے کا خیال

موسم گرما ۱۹۶۶ء ۱۴ اگست سے وسط اکتوبر تک ڈھوک کملا قیام فرمایا۔ زہے نصیب کہ اس دوران دوپہر کا کھانا کمترین کا منظور فرمایا۔ آپ ٹھیک گیارہ بجے کھانا تناول فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ میری بیگم روزانہ گھر سے کھانا پکا کر ان کی خدمت میں ٹھیک وقت پر پہنچ جاتی۔ ایک دفعہ ان کی ایک سہیلی بھی ہمراہ ہو لیں۔ کھانا پیش کیا تو فرمایا ایک گھنٹہ اور یہاں قیام کرنا۔ چائے بنا کر پھر واپس جانا۔ وہ بی بی جو ساتھ گئی تھی اُس وقت اُس کے دل میں خیال آیا کہ میں تو صحیح طور پر ناشتہ بھی کر کے نہیں آئی یہاں پیدل پہنچنے پر سخت بھوک لگ گئی ہے اگر مزید ایک گھنٹہ یہاں ٹھہرے تو بھوک کی شدت سے بہت برا حال ہو جائے گا۔ پھر گھر بھی واپس پیدل ہی جانا ہے۔ اس اثناء میں حضرت قبلہ نے ابھی چند نوالے ہی لئے تھے کہ دفعتاً کھانے سے ہاتھ بڑھا دیا اور

اُس بی بی سے مخاطب ہو کر فرمایا :

بیٹا تمہیں سخت بھوک لگی ہوئی ہے۔ یہ کھانا کھا لو۔ وہ بی بی بڑی حیران ہوئی اور کھانا کھانے میں ہچکچاہٹ ظاہر کی، مگر آپ نے اصرار فرمایا کہ نہیں کھانا ضرور کھاؤ۔ چنانچہ اُس بی بی نے کھانا کھالیا۔

تقریباً آدھ گھنٹہ گزرا تھا کہ میری بیگم کے دل میں خیال گزرا کہ میں اپنی شیر خوار آٹھ نو ماہ کی بچی کو سوتے ہوئے گھر چھوڑ آئی ہوں کہیں وہ جاگ ہی نہ اُٹھی ہو، اور رو رہی ہو۔ حضرت قبلہ نے میری بیوی کی طرف دیکھا اور مسکرائے اپنی دائیں ہتھیلی ملاحظہ فرمائی جسے وہ وقت دیکھنے کے لئے بطور گھڑی بھی استعمال کرتے تھے۔ فرمایا بیٹا گھبراؤ نہیں بچی ابھی مزے سے سو رہی ہے۔ فکر نہ کرو جس وقت تم گھر پہنچو گی اُس سے چند منٹ پہلے وہ جاگے گی اور رو رہی ہو گی۔

چائے پلوا کر دونوں واپس کالونی آ گئیں۔ گھر پہنچنے پر دروازے پر دستک دی تو بچی کے رونے کی آواز سنائی دی۔ اندر پہنچ کر بڑی بیٹی جس کی عمر اس وقت تقریباً گیارہ سال تھی پوچھا کہ بے بی کب سے رو رہی ہے؟ بیٹی نے بتایا کہ امی! یہ تو مزے سے سوئی ہوئی تھی ابھی دو یا تین منٹ ہی ہوئے ہیں کہ جاگی ہے اور رونا شروع کیا ہے۔

کوئی ہلا کر اُٹھا دیتا ہے

اسی طرح ایک حاضری میں وہی بی بی آپ کی خدمت میں میری بیگم کے ہمراہ بیٹھی ہوئی تھی کہ آپ نے اُسے فرمایا بیٹا تمہاری اور تمہاری بچی کے علاج کے سلسلہ میں تمہیں میں نے تاکید کی تھی کہ رات کو پورے تین بجے اُٹھ کر دم شدہ الائچیاں پانی میں ابال کر غسل کرنا ہے۔ وقت کی پابندی بڑی لازمی ہے۔ آج رات تم نے تین بج کر دس منٹ پر غسل کیا ہے۔ پہلے خود اور بعد میں بچی کو نہلایا ہے۔ اس طرح تم دونوں لیٹ ہو گئیں وہ بی بی بہت حیران ہوئیں اور عرض کی آپ ٹھیک فرماتے ہیں ہمارے پاس ٹائم پیس نہیں جسے اڑھائی بجے کا الارم لگا دیا جائے۔ کلائی والی گھڑی ہے اس لئے صحیح ٹائم کا پتہ نہیں چلتا۔ معاف فرمائیں آئندہ احتیاط کروں گی۔

اُس بی بی نے چند دنوں کے بعد بتایا کہ باباجی کے اس ارشاد کے بعد مجھے وقت کی فکر

رہتی چنانچہ دو تین راتوں میں یہ کیفیت ہوئی کہ جب بھی ذرا سی جاگ کھلتی تو فوراً گھڑی دیکھتی اس طرح بار بار جاگ کر اُٹھنے اور فکر کی وجہ سے نیند پوری نہیں ہوتی تھی، اور طبیعت خراب رہتی لیکن اب اللہ کی مہربانی سے یہ صورت پیدا ہو گئی ہے کہ پورے اڑھائی بجے مجھ کوئی ہلا دیتا ہے اور میں اُٹھ کھڑی ہوتی ہوں گھڑی دیکھتی ہوں تو اُس وقت پورے اڑھائی بجے ہوتے ہیں اس طرح اب بے فکر ہو کر سوتی ہوں اور نیند بھی پوری ہو جاتی ہے۔

خاوند کی رضامندی ضروری

یہی بی بی حضرت قبلہ باباجی کی خدمت میں حاضریوں کی وجہ سے بڑی عقیدت مند ہو گئی تھیں۔ اُن کے شوہر چند دن پہلے چمچوں کے دو درجن سیٹ گھر کے لئے خرید کر لائے تھے۔ بی بی کے ذہن میں خیال آیا کہ یہ چمچے حضرت باباجی کو پیش کر دیئے جائیں تا کہ ختم شریف کے موقع پر بعض مہمانوں کے کام آسکیں۔ اسی خیال سے جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو وہ سیٹ آپ کی خدمت میں نذرانہ پیش کئے۔ آپ مسکرا دیئے اور فرمایا نہیں بیٹا انہیں اسی مقصد کے لئے گھر ہی رکھیں۔ جس مقصد کے لئے آپ کے میاں خرید کر لائے ہیں۔ بی بی نے اصرار کیا تو آپ نے بغیر ہاتھ لگائے اور ملاحظہ کئے فرمایا وہاں کھڑکی میں رکھ دو۔

یہ بی بی جب گھر پہنچیں تو اُن کے میاں نے سرراہ پوچھا کہ میں چمچوں کے سیٹ لایا تھا کیا تمہیں پسند آئے ہیں۔ مسز نے کہا وہ تو ویسے کے ویسے ہی میں باباجی کو دے آئی ہوں۔ یہ صاحب پیروں بزرگوں کے قائل نہیں تھے اُن کا پارہ چڑھ گیا اور اپنی مسز کو بڑی بے نقط سنائیں۔ سخت ناراض ہوئے اور بول چال بھی بند کر دی۔ بی بی بڑی پریشان ہوئی اور میری بیگم کے پاس آکر ماجرا سنایا۔ میری بیگم نے کہا کہ باباجی قبلہ نے تو قبول کرنے سے پہلے ہی انکار کر دیا تھا اچھا کل صبح جب میں کھانا لیکر جاؤں گی تو تم بھی ساتھ چلی چلنا۔ دوسرے دن وہ دونوں حاضر ہوئیں تو باباجی" قبلہ نے خود ہی اُسے فرمایا تمہارے وہ چمچے اسی طرح پڑے ہیں. جیسے تم نے رکھے تھے جاؤ! وہیں سے اُٹھا کر گھر لے جاؤ۔ خوامخواہ گھر میں فساد کا کیا فائدہ ہے؟ میں نے تو بیٹا اسی لئے قبول ہی نہیں کئے تھے اور نہ ہی اُن کو ہاتھ لگایا تھا۔

خلفائے کرام

۲۶ فروری کو راقم الحروف کے استفسار پر فرمایا کہ میرے خلفاء کی تعداد آٹھ ہے۔ مریدین و معتقدین لاکھوں سے تجاوز کرتے ہیں۔

خلفائے عظام جنہیں حضور نے خرقہ خلافت سے نوازا اس کی تصریح یوں فرمائی:

۱۔ سائیں جملے شاہ: یہ ریاست کپور تھلہ میں ہوئے مزار شریف بھی ریاست کپور تھلہ میں ہے۔

۲۔ سائیں ثابت شاہ: یہ کابل کے رہنے والے تھے۔ اُن سے ضلع گوجرانوالہ کے لوگوں نے زیادہ تر فیض حاصل کیا۔ کچھ عرصہ منڈی سکھیکی کے قریب بھی قیام فرمایا جہاں ان کی جائے قیام آج بھی مرجع خلائق ہے۔

۳۔ دریائے جہلم کے کنارے ضلع سرگودھا میں "شاہ کا روضہ" مشہور ہے۔ یہ بزرگ جب اُس علاقے میں جہاں اُن کا روضہ ہے وارد ہوئے تو پٹھانوں سے کچھ بے ادبی ہو گئی جذب کی کیفیت میں مسجد کے مینار پر چڑھ گئے اور اسی کیفیت میں فرمایا پٹھان گئے قریشی آ گئے چنانچہ آٹھ دن کے اندر پٹھان نہ رہے اور قریشیوں کا اس علاقے پر تسلط قائم ہو گیا۔

۴۔ صوفی صاحب یہ سیشن جج تھے اور جالندھر کے رہنے والے تھے۔

۵۔ محمد علی صاحب یہ ڈپٹی کلکٹر تھے اور صوفی صاحب کے صاحبزادے تھے۔

۶۔ چھٹے صاحب کلکتہ کے رہنے والے تھے اُنہیں وہیں خلافت عطاء کی گئی تقسیم ہندو پاکستان کے دوران نقل مکانی فرما کر پاکستان آ گئے۔ آج کل راولپنڈی میں محلّہ آریاں میں قیام پذیر ہیں۔

۷۔ ایک صاحب کو اٹلی میں خرقہ خلافت عطا کیا۔ جنہوں نے زاں بعد اپنے صاحبزادے کو فرانس کی خلافت عطاء فرمائی۔

۸۔ آٹھویں خرقہ خلافت کے متعلق حضور نے سکوت فرمایا اور راقم الحروف کے مکرر استفسار کے باوجود نام بتانے سے گریز فرمایا۔ صرف متبسم لہجے میں اوپر اور نیچے جنبش سر کے بعد خاموشی اختیار فرمائی۔

آخری آرام گاہ کا ذکر

۲۶، ۲۷ جنوری ۱۹۷۲ء اور زاں بعد ۲۶ فروری ۱۹۷۲ء کو فرمایا کہ میں نے حکیم قمرالزمان کو کہہ دیا ہے کہ زندگی کا اعتبار نہیں۔ اگر یہاں سفر کر جاؤں تو دفن کا انتظام یہیں جلہ جیم میں کر دینا۔ راقم الحروف کو انتہائی رقت طاری ہو گئی اور عرض کی کہ حضور ہم عاجز مبتدیوں کو آپ کے سایۂ عاطفت اور صحبت کاملہ کی سخت ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور آپ کا سایۂ تادیر ہم پر قائم رکھے۔ فرمایا موت کا وقت معین ہے جو ٹل نہیں سکتا ہر ایک نے ایک نہ ایک دن سفر کرنا ہی ہے۔ یہ اس لئے ذکر کیا ہے کہ بعد سفر جائے دفن کے متعلق تشویش نہ ہو۔ ویسے حکیم صاحب نے خود ہی کچھ زمین اس مقصد کے لئے رکھ دی ہوئی ہے۔

آخری ایام

مارچ ۱۹۷۳ء میں اپنے وصال سے تقریباً تین ماہ پیشتر حضرت قبلہ باباجیؒ جلہ جیم سے غریب خانہ پر تشریف لائے۔ صحت ٹھیک نہیں تھی بہت ہی کمزور ہو گئے تھے۔ آپ کے بیان کے مطابق اُس وقت عمر شریف ایک سو چالیس سال کے لگ بھگ تھی۔ ماہ مارچ اپریل اور مئی کے تینوں ماہانہ ختم شریف غریب خانہ پر دلوائے۔ مئی کے مہینے میں کمزوری بے حد ہو گئی تھی اس لئے پکوا کر ختم شریف کا لنگر تقسیم کرنے کی بجائے صرف بتاشوں پر ختم پڑھ کر تقسیم کر دیا۔ یہاں قیام کے دوران اپنے مرید پروفیسر ڈاکٹر عالمگیر خان (کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور) کے مشورہ سے اپنا علاج جاری رکھا۔ کمترین کے ہمراہ اُن کے مطب واقع گاف روڈ پر دو مختلف وقفوں میں اُن کے پاس تشریف بھی لے گئے۔ معائنہ کرایا۔ دوائی کا استعمال جاری رکھا مگر افاقہ نہ ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے مشورہ دیا کہ انہیں میو ہسپتال میں اُن کے زیر نگران وارڈ میں داخل کرا دیں۔ میں اپنی خاص نگرانی میں اِن کا علاج کروں گا۔ لہٰذا اُنہیں "سیالکوٹ وارڈ" میں داخل کرا دیا۔ میری اہلیہ اور عبدالمجید قادری فیصل آبادی کے ذمے دیکھ بھال کی ذمہ داری تھی۔ میری بیوی گھر سے ناشتہ اور دو وقت کھانا لے جاتی۔ کیونکہ ہسپتال کا کھانا آپ کو پسند نہ تھا۔ چائے کا انتظام وہیں کر لیا جاتا تقریباً پندرہ دن آپ ہسپتال رہے مگر خاطر خواہ افاقہ نہ ہوا۔ فرمانے لگے مجھے یہاں بہت گھٹن محسوس ہوتی ہے۔ پاکیزگی اور طہارت بھی یہاں نہیں۔ شور شرابا بہت

گراں گزرتا ہے اپنے گھر واپس لے چلو۔ شیخوپور میرے مرید محمد شریف قادری ٹھیکیدار کچہری کو جو سول لائنز شیخوپورہ میں رہتا ہے اطلاع کر دو۔ میں ایک دو دن وہاں رہ کر پھر اپنے ڈیرے پر پہنچنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ ہم آپ کو یہاں غریب خانہ پر لے آئے۔ شریف صاحب کو اطلاع کر دی۔ وہ ٹیکسی کا بندوبست کر کے دوسرے دن آ گئے۔ راقم الحروف بھی حضرت قبلہؒ کے ہمراہ اُنہیں چھوڑنے شیخوپورہ چلا گیا۔ شام کے بعد ڈاکٹر عالمگیر صاحب نے حضرت قبلہ کا حال پوچھنے کے لئے اپنا ڈرائیور بھیجا۔ میں نے اُسے بتایا کہ باباجی قبلہ تو شیخوپورہ چلے گئے ہیں اور وہاں سے ایک دو دن بعد اپنے گاؤں واپسی ہو گی۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے ڈرائیور کے ذریعے پیغام بھیجا کہ میں علی الصبح فجر کی نماز ادا کرنے کے فوراً بعد اپنے ایک عزیز دوست کے ہمراہ حضرت باباجیؒ کی زیارت کے لئے تمہارے گھر پہنچ جاؤں گا۔ تم تیار رہنا۔ اکٹھے چلیں گے تاکہ اُن کی قیام گاہ ڈھونڈنے میں ہمیں دقت نہ ہو۔ ڈاکٹر صاحب علی الصبح اپنے دوست مخدوم صاحب (جو فقیر منش فقیر دوست اور ملتان کے رئیس تھے) کے ساتھ اپنی کار میں راقم الحروف کے ہاں تشریف لے آئے اور ہم صبح سویرے ہی حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ چند گھنٹے اُن کی خدمت میں رہنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے واپسی کی اجازت طلب کی اور ہم واپس لاہور آ گئے۔

حضرت قبلہ باباجیؒ نے دو تین دن شیخوپورہ قیام فرمایا، اور شریف صاحب اُنہیں اُن کے ڈیرے (چک ۲۷۴ گ ب تحصیل جڑانوالہ) کار پر پہنچا آئے۔ یہ مئی کے آخری ایام تھے۔

آخری زیارت

چند دنوں کے بعد یعنی ۱۲ جون ۱۹۷۳ء کو گیارھویں شریف کا ماہانہ ختم تھا اس میں شمولیت کے لئے راقم الحروف اور میاں عبدالقیوم انجم (ایم-اے-ایل-ایل-بی) ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور (جو حکیم قمرالزماں صاحب جلہ جیم کے صاحبزادے ہیں۔) ۱۱ جون ۱۹۷۳ء کو حضرت باباجیؒ کی خدمت میں صبح پہنچ گئے۔ اگلے دن گیارھویں شریف کا ختم تھا جسے کمترین کے ہاتھوں تقسیم کرایا گیا کیونکہ باباجی قبلہؒ بہت ہی کمزور ہو گئے تھے زیادہ تر لیٹے رہتے یا کبھی تھوڑی دیر کے لئے اپنے لسوڑے کے درخت کے نیچے کھٹولی پر بیٹھ جاتے۔ ۱۳ جون ۱۹۷۳ء کو آپ سے رخصت کی اجازت طلب کی تو کافی دیر مجھے حسرت بھری، مشفقانہ اور محبت بھری نگاہوں سے

دیکھتے رہے۔ پانچ سات منٹ کے بعد رخصت کی اجازت عطاء فرمادی اور ہم دونوں واپس لاہور آ گئے۔

وصال مبارک اور تدفین

۱۶ جون ۱۹۷۳ء کی دوپہر کو حضرت قبلہ باباجیؒ کا مرید جہانا کھچی جو آپ کی رہائش کے قریب کا رہنے والا ہے۔ غریب خانے پر آیا کہ میں ایک بہت بُری خبر لے کر آیا ہوں۔ میرا ماتھا ٹھنکا۔ میں نے کہا خیر تو ہے۔ کہنے لگا باباجی قبلہ جمعرات (۱۴ جون ۱۹۷۳ء ۱۲ جمادی الاول ۱۳۹۳ ہجری) صبح آٹھ نو بجے کے قریب سفر کر گئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ خان محمد اعوان صبح باباجی کے ڈیرے پر آیا۔ باباجی کو آواز دی۔ کوئی جواب نہ پا کر جب اچھی طرح دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ وصال کر گئے ہیں۔ پھر اِس کے دوسرے بھائی اور رشتے دار بھی اکٹھے ہو گئے نزدیکی مرید بھی آ پہنچے۔ میری طبیعت سخت پریشان ہوئی۔ پوچھا کہ آپ کے وصال کے فوراً بعد ہمیں اطلاع کیوں نہیں دی۔ آج تیسرے دن آ رہے ہو۔ کہنے لگا لائل پوریوں کو تو آدمی بھیج دیا تھا کیوں کہ وہ نزدیک تھے اُسی دن آپ کا پہنچنا مشکل تھا کیونکہ ہمارا ارادہ اُنہیں اُسی شام دفن کر دینے کا تھا۔ شام تک فیصل آباد سے مجید قادری اور کئی مرید پہنچ گئے مرزا لطیف مغل آئس فیکٹری والے نے لکڑی کا تابوت بنوا کر اُس میں دفن کرنے پر اصرار کیا۔ اس وجہ سے تدفین میں تاخیر ہو گئی اور اگلے دن بعد نمازِ جمعہ آپ کو دفن کرنا پڑا۔

افسوس کہ حضرت قبلہ باباجیؒ کے آخری دیدار اور نمازِ جنازہ میں شرکت کی حسرت رہ گئی۔ یہ ایک ایسی کمی ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔ آپ کی جلد جیم میں دفن ہونے کی خواہش کو بھی اُن لوگوں نے اہمیت نہ دی۔ واللہ غالب علی امرہ۔

بیرونی اضلاع سے تعلق رکھنے والے مریدین کو حضرت قبلہؒ کے وصال کی اطلاع دے دی گئی اور اُنہیں وصال کے دسویں دن (رات گیارھویں) کو ختم شریف پر حاضر ہونے کی تاکید کر دی گئی۔

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے

وصال شریف کے دسویں دن یعنی ۲۲ جون ۱۹۷۳ بمطابق ۲۰ جمادی الاول ۱۳۹۳ ہجری

مختلف اضلاع سے متعدد مریدین- چک نمبر ۲۷۴ گ ب و نواحی دیہات اور قصبوں سے سینکڑوں افراد حاضر دربار ہوگئے-

متقدر مریدین مخلصین نے راقم الحروف کو کہا کہ ہم بحکم باطنی آپ کو حضرت قبلہ باباجی رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلۂ عالیہ قادریہ میں خلیفۂ مجاز تجویز و تائید کرتے ہوئے متفقہ طور پر مقرر کرتے ہیں- مزید برآں جملہ اختیارات متعلقہ مزار مبارک- لنگرخانہ و ترویج سلسلہ وغیرہ آپ کو تفویض کرتے ہیں-

راقم الحروف نے عرض کی کہ خلافت مجاز بحکم باطنی کا معاملہ تو : ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

کا ہے، البتہ مجاوری کے لئے کوئی اور موزوں آدمی مقرر فرما دیں جو نذرانوں کی وصولی کا امین بھی ہو اور لنگر و دربار شریف کے دیگر انتظامات و اخراجات کی ذمہ داری بھی سرانجام دیتا رہے- ان اصحاب میں سے کسی نے بھی میری اُس تجویز پر صاد نہ کیا- چوہدری عبدالواحد جٹ قادری جو یزمان منڈی بہاول پور کے متمول اور سرکردہ زمینداروں میں سے تھے اور بڑے دھوم دھڑلے والے تھے اپنی کھڑک دار آواز میں کہا "خاور صاحب! ایہہ پنجالی دی اُسی تہاڈے اِی گل پائیں ایں- اسی سارے پرانے مرید لکھ کے تہانوں ذمہ دار بناواں گے-"

چنانچہ اُنہوں نے ایک دستاویز متعلقہ اختیارات بسلسلہ دربار شریف تحریر کی اور دستخط کرکے کمترین کے حوالہ کر دی ساتھ ہی قبلہ باباجی کے استعمال شدہ پیرہن مبارک (کرتہ و تہ بند) دستار مبارک عصاء مبارک اور پاپوش مبارک عطاء فرمائے اور وہ تبرکات پہن کر ختم شریف کی ادائیگی کا ارشاد فرمایا؛ لہٰذا راقم الحروف نے مسنون غسل کرکے حضرت قبلہؒ کا استعمال شدہ کرتہ و تہ بند مبارک بچشم پرُنم پہنا- برادرِ محترم و مکرم حکیم قمرالزمان ثقلینی قادری رئیس جلہ جیم نے (جنہیں حضرت قبلہ باباجیؒ کی بیعت کا شرف ۱۹۳۳ء سے حاصل تھا) اپنے دست حق پرست سے کمترین کے سر پر حضرت قبلہؒ کی استعمال شدہ دستار مبارک باندھی- ختم شریف سلسلۂ عالیہ قادریہ (بطریق معمولہ و مستعملہ) کمترین سے پڑھوایا، اور بعد ایصالِ ثواب و دعائے جات لنگر شریف بھی کمترین کے ہاتھوں تقسیم کرایا- ظہر اور عصر کی نمازوں میں اس ناچیز کو امام بنایا اور یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی- ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

الحمد للہ کہ رب العزت نے اس عاجز کو اس عظیم ذمہ داری کی ہمت و توفیق رفیق

بخشی اور بفضل تعالیٰ اُس دن سے تفویض شدہ جملہ امور متعلقہ دربار شریف باقاعدگی اور پابندی کے ساتھ سرانجام دیئے جارہے ہیں۔

ان النفس لامارۃ بالسئو

حضرت قبلہ کی تدفین پر آپ کے متقدر مریدین میں سے ماسوائے فیصل آباد کوئی بھی شریک نہ ہو سکا تھا کیونکہ کسی کو بھی وصال کی بروقت اطلاع نہ دی گئی۔ مزار شریف سے ملحقہ اعوان برادری کی ایما پر مرزا لطیف قادری مغل آئس فیکٹری فیصل آباد اور ان کے متعلقین نے بغیر امانت ہی تدفین کر دی تھی۔ راقم الحروف کی بحیثیت خلیفہ مجاز دستار بندی کے بعد چہلم کی تاریخ میں مرزا لطیف قادری اور اعوان برادران نے مجاور بننے کے لئے تگ و دو شروع کر دی ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ خاور صاحب سہروردی ہیں اگر پرانے اہل نظر مریدوں نے انہیں بحکم باطنی خلیفہ مجاز مقرر کر دیا ہے تو خیر لیکن مزار شریف پر نذرانہ کی وصولی اور خرچ اخراجات کا ہمیں ذمہ دار بنانا چاہئے تھا حالانکہ خاور صاحب نے مجاوری کے منصب میں عدم دلچسپی کا کھلم کھلا اظہار بھی کر دیا تھا اور کسی دوسرے کو مجاور مقرر کرنے کا مشورہ دیا تھا۔

راقم الحروف اُن دنوں تھرمل پاور سٹیشن پروجیکٹس ڈیوس روڈ لاہور بطور برانچ آڈٹ آفیسر تعینات تھا۔ جولائی کے پہلے ہفتہ راقم الحروف کا تبادلہ گدو ترمل پروجیکٹ سندھ ہو گیا جہاں ۱۷ جولائی ۱۹۷۳ء کو کمترین نے چارج لے لیا۔ حضرت قبلہ کا چہلم شریف ۲۰ جولائی مقرر ہو چکا تھا اتنے مختصر وقفہ میں محکمانہ مجبوریوں کی وجہ سے شرکت نہ کر سکا۔ حکیم صاحب و چند دیگر متقدمین بھی شریک نہ ہو سکے۔

حکیم صاحب نے اپنے معتمد خاص اپنے پیر بھائی نور محمد قادری سکنہ جلہ جیم اور ایک دوسرے قادری پیر بھائی کو بھیج دیا۔ اُنھوں نے واپسی پر حکیم صاحب کو بتایا کہ مجاوری کے متعلق مزار شریف پر خاصہ گرما گرم مباحثہ ہوا۔ مرزا لطیف اُن کے تایا جی اور اعوان برادری میں کسی ایک کو مجاور مقرر کرنے پر اُن میں اتفاق نہ ہو سکا لہذا انہوں نے فیصل آبادیوں سے مرزا لطیف قادری کے تایا جی کو اور اپنے گاؤں کی اعوان برادری سے خان محمد و نور محمد یعنی کل تین مجاور بنا لئے ہیں۔ گویا: ؎

قم باذن اللہ کہ سکتے تھے جو رخصت ہوئے   خانقاہوں میں مجاورہ رہ گئے یا گورکن

متقدمین و مخلصین مریدین کو جب بعد میں اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے اظہار ناپسندیدگی فرمایا اپنا اصل فیصلہ بحق راقم الحروف برقرار رکھا اور نافذ العمل بھی کر دیا۔

یہ معاملے ہیں نازک جو تری رضا ہو تو کر   کہ مجھے تو خوش نہ آیا یہ طریق خانقاہی
(اقبالؒ)

نقش حق را ہم بامرِ حق شکن

۱۷ جون نومبر ۱۹۷۳ء کو مرزا محمد لطیف قادری فیصل آبادی میرے پاس تھرل پاور گدو سندھ آئے اور کہا کہ گاؤں والے مزار کی نہ صحیح دیکھ بھال کرتے ہیں اور نہ پاسِ ادب کرتے ہیں اس لئے آپ حکیم قمرالزمان صاحب سے مشورہ کرکے ہمیں حضرت قبلہؒ کا تابوت مبارک فیصل آباد منتقل کرنے کی اجازت دے دیں میں نے عرض کی کہ حضرت قبلہ نے جلہ جیم میں دفن ہونے کی خواہش کا اظہار دو مختلف موقعوں پر مجھ سے اور اپنے وصال سے دو دن پہلے حکیم صاحب کے صاحبزادے میاں عبدالقیوم انجم سے اپنی آخری ملاقات میں جون ۷۳ء میں کیا تھا۔ لائل پور میں دفن ہونے کا ذکر جہاں تک مجھے علم ہے کسی سے نہیں کیا مزید برآں آپ لوگوں نے باوجودیکہ آپ کو حضرت باباجیؒ کی خواہش کا پوری طرح علم تھا۔ تدفین بطور امانت نہیں کی جس کی ذمہ داری صریحاً آپ لوگوں پر عائد ہوتی ہے۔ لہٰذا میں معذرت خواہ ہوں۔ مرزا لطیف مایوس ہو کر واپس لوٹ گئے۔ میں نے محترم حکیم صاحب کو سارا ماجرا لکھ بھیجا۔ اور ساتھ عرض کی کہ جس انداز سے حضرت قبلہؒ نے آخری آرام گاہ کا مجھ سے ذکر کیا تھا وہ میری ناقص رائے میں وصیت کا درجہ رکھتی ہے۔ آپ بہت پرانے اور منظورِ نظر مرید ہونے کے علاوہ صاحب نظر بھی ہیں اور عالم دین بھی گذشتہ چالیس سالوں سے ہر سال موسم سرما میں حضرت قبلہ باباجیؒ مسلسل پانچ چھ ماہ آپ کے ہاں ہی قیام پذیر ہوتے رہے ہیں۔ گویا آپ صحیح معنوں میں اُن کے مزاج شناس تھے۔ اب یہ شرعی معاملہ ہے۔ اس لئے شرعی نقطہ نظر سے غور فرما کر مجھے مطلع فرمائیں اور میری اس دلی خلش کو دُور فرمائیں۔

نقش حق را ہم بہ امر حق شکن   بر زُجاجِ دوست سنگ دوست زن

محترم حکیم صاحب نے اپنے خط محررہ ۳۰ دسمبر ۱۹۷۳ء جواباً تحریر فرمایا:

مرزا لطیف کی لغزش تھی کہ اُس نے مزار شریف سے ملحقہ اعوان برادری کے

زیرِ اثر آکر حضرت باباجیؒ کی خواہش کا علم ہونے کے باوجود بغیر امانت اُنھیں دفن کرا دیا۔ اگر بوقت دفن بھائی محمد لطیف صاحب میت کو امانت رکھ دیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ اب احکامِ شریعت سے تجاوز کرنا دشوار نظر آتا ہے۔ مَیں نے استخارہ بھی کیا ہے۔ ہمیں ارادۂ ایزدی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ ہم ازخود حضرت صاحب کے تابوت کو کیسے وہاں سے (جلہ جیم) منتقل کرسکتے ہیں؟

تعمیر مزار پُرانوار

راقم الحروف کی دلی خواہش تھی کہ یہ مزار شریف کمترین کے پیرومرشد کے مزار پُرانوار واقع ہنجروال ملتان روڈ لاہور کے نقشہ اور پیمائش پر تعمیر ہو جو تقریباً پچاس فٹ بلند ہے اور ہشت پہلو ہے۔ اندرونی پیمائش 20 x 20 فٹ ہے۔ بیرونی برآمدہ بھی ہشت پہلو ہے۔

حضرت قبلہ باباجیؒ کے مزارِ اقدس کی تعمیر اُن کے وصال کے نو سال بعد شروع ہوئی۔ دسمبر ۱۹۸۲ء کے آخری ایام میں راقم الحروف بمعہ اپنے برادرِ طریقت چوہدری مظفرالدین ظفر سہروردی آف لنگرپور تحصیل جہلم (ریٹائرڈ ہلیپئر محکمہ ریلوے) اور عبدالمجید قادری فیصل آباد مزار شریف پر حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس کارِ عظیم کی بسم اللہ کردی۔ متذکرہ بالا پیمائش اور نمونے پر فرش تک چنائی کا کام بفضل تعالیٰ دو ہفتوں کے اندر مکمل ہوگیا۔ مزید تعمیر کا کام فنڈز کی فراہمی کے مطابق تبدریج ہوتا رہا۔ تقریباً آٹھ دس سال کام بند بھی رہا۔ چوہدری عبدالواحد بجہ قادری نے ۱۹۹۴ء کے وسط میں حاضر ہوکر DPC سے آٹھ فٹ بلندی کا ڈھانچہ تقریباً بائیس فٹ تک پہنچا دیا۔ اس کے بعد راقم الحروف اور اُس کی فیملی کی ہمت سے تقریباً پچاس فٹ بلندی تک پورا ڈھانچہ اکتوبر ۱۹۹۵ء میں مکمل ہوگیا۔ زاں بعد یکم جولائی ۱۹۹۶ء سے شروع ہوکر ستمبر کے آخر تک بقایا کام یعنی بیرونی پلستر ساتوں دروں میں جالیاں اور ایک میں آہنی دروازہ۔ سنگ مرمر کا فرش اور تعویز مبارک کی تعمیر انجام پاگئی، اور اس طرح تعمیر کا پہلا مرحلہ بفضل ایزدی پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ اللہ تعالیٰ اُن تمام حضرات کو جنہوں نے اس کارِ خیر میں عملی طور پر حصہ لیا جزائے خیر فی الدارین عطاء فرمائے۔

ختم شریف سلسلہ عالیہ قادریہ جو حضرت باباجی رحمتہ اللہ علیہ کا معمول تھا ذیل میں درج کیا جارہا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ختم شریف قادریہ

استغفار- استغفراللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ (۱۱۱مرتبہ)- حسبنا اللہ ونعم الوکیل (۱۱۱مرتبہ)- سورۃ فاتحہ (۱۱مرتبہ)- سورۃ اخلاص (۱۱مرتبہ)- کلمئہ تمجید- سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (۱۱مرتبہ)- خذ بیدی شیئا للہ یا حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی صاحب المدد (۱۱مرتبہ)- سورہ الم نشرح (۱۱مرتبہ)- سورۃ یسین (۱مرتبہ)- کلمہ طیب (۱۱۱مرتبہ)- یا باقی انت الباقی (۱۱مرتبہ)- یا کافی انت الکافی (۱۱مرتبہ)- یا شافی انت الشافی (۱۱مرتبہ)- یا حضرت شاہ محی الدین ؒ مشکلشا باالخیر (۱۱مرتبہ)- یا حضرت شاہ محی الدین ؒ مشکلشا باالخیر (۱۱مرتبہ)- یا حضرت غوث اغثنا باالخیر (۱۱مرتبہ)- سہل فسہل یا الٰہی کل صعب بحرمۃ سید الابرار سہل (۱۱مرتبہ)- امداد کن امداد کن از رنج و غم آزاد کن در دین و دنیا شاد کن یاغوث الاعظم دستگیر (۱۱مرتبہ)- یا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ ج (۱۱مرتبہ)- مشکلاتِ بے عدد داریم ماشیئا للہ غوث الاعظم پیرما مامحمد محتاجِ تو حاجت رواء المدد یا غوث الاعظم پیرما (۳مرتبہ)- خذیدی یا شاہ جیلان خذیدی شیئا للہ انت نور الاحمدی (۳مرتبہ)- وقت امداد یا شہ بغداد رس بہ فریاد یا شہ بغداد (۳مرتبہ)- دُرود شریف (۱۱۱مرتبہ)- سورۂ فاتحہ (۱۱مرتبہ)- الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ- الصلوۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ (۱۱۱مرتبہ)- کھڑے ہو کر دست بستہ پڑھیں- زاں بعد بیٹھ جائیں، اور سورہ مزمل کی ایک مرتبہ تلاوت کریں- اس کے بعد چاروں قل شریف (جن میں سورہ اخلاص تین مرتبہ باقی ایک ایک مرتبہ-) تلاوت کریں- پھر سورہ الحمد شریف ایک دفعہ پڑھ

کر سورہ بقر کی ابتدائی آیات ھم المفلحون تک تلاوت کریں۔ پھر سبحان ربک رب العزت عمایصفون و سلام علی المرسلین والحمد اللہ رب العالمین پڑھ کر "ما کان محمد ابا احد من الرجالکم ولا کن الرسول اللہ وخاتم النبین وکان اللہ بکل شیئی علیما" پڑھ کر تین دفعہ درود شریف پڑھیں پھر تلاوت کلامِ پاک اور حاضر طعام کا ثواب برائے منظوری اور قبولیت رب العزت کے دربار میں پیش کرتے ہوئے عرض کریں کہ ہم اِن کا ثواب حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں تحفتاً و ہدیتاً پیش کرتے ہیں قبول و منظور فرما۔ زاں بعد بطریق معمول و مستعملہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ سے اِن کا ثواب جملہ انبیاء کرام علیہم السلام۔ صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین۔ ازواجِ طہرات، اہل بیعت اماین معصومین۔ شہدائے کرام، تابعین و تبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین۔ جملہ اولیائے کرام و بزرگانِ عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین خاص الخاص اس کا ثواب حضرت غوث الاعظم پیرانِ پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایصال کریں۔

مسنون دعائیں پڑھ کر اس کے بعد لازم فی الذہن حاجات وغیرہ کے لئے دعا فرما کر ختم کریں۔

المدد یا غوث الاعظم المدد

لطف کن برما غریباں بے عدد
المدد یا غوث الاعظم المدد

پیر کامل! بے بسوں کی لے خبر
منزلِ مقصود ہے بس تیرا در
تیرے در کو چھوڑ کر جائیں کدھر
رحم کی واللہ ہو جائے نظر
لطف کن برما غریباں بے عدد
المدد یا غوث الاعظم المدد

مبتلائے گردشِ ایام ہیں
کشتگانِ چرخ نیلی فام ہیں
ناتواں ہیں اور شکستہ جام ہیں
زیست کے ہر موڑ پر ناکام ہیں
لطف کن برما غریباں بے عدد
المدد یا غوث الاعظم المدد

بے عمل بھی سوختہ سامان بھی
ذلت و رسوائی کا عنوان بھی
رنج و غم میں مضطرب حیران بھی
در گرفت موجۂ طوفان بھی
لطف کن برما غریباں بے عدد
المدد یا غوث الاعظم المدد

چھوڑ کر اسوۂ حسنہ خوار ہیں
اپنے ہاتھوں آپ ہی لاچار ہیں
ظاہری اور باطنی بیمار ہیں
لاج رکھ لو حاضر دربار ہیں
لطف کن برما غریباں بے عدد
المدد یا غوث الاعظم المدد

زندگی مجموعہ اوہام ہے
بے یقینی کا یہی انجام ہے
ہر تمنا دل کی گرچہ خام ہے
مطمئن ہیں فیض تیرا عام ہے
لطف کن برما غریباں بے عدد
المدد یا غوث الاعظم المدد

جان و تن ناشاد ہی ناشاد ہے
فتنۂ ابلیس سے برباد ہے
مادیت کا دور ہے الحاد ہے
ہر گھڑی خاور کی یہ فریاد ہے
لطف کن برما غریباں بے عدد
المدد یا غوث الاعظم المدد

التجائے فقیر
بحضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بہ چہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندے
کہ بہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

منم و ہمیں تمنا کہ بوقت جاں سپردن
بہ رُخِ تُو دیدہ باشم، تو درونِ دیدہ باشی

(حضرت امیر خسروؒ)

جمعۃ المبارک
۹ اگست ۱۹۹۶ء

خاکِ پائے صاحب نظراں

خاور سہروردی

تمت بالخیر

""تذکرہ و ملفوظات ابوالفیض سید قلندر علی سہروردیؒ""

مؤلفہ خاور سہروردی کے متعلق چند آراء

ادیب شہیر ممتاز مفتی اسلام آباد: روزانہ چار چھ صفحات سے زیادہ نہیں پڑھ سکتا۔ چونکہ جو تاثر پیدا ہوتا ہے وہ قیام کا مطالبہ کرتا ہے۔ پڑھنا اور بات ہے تاثر حاصل کرنا اور بات۔ لہٰذا میں نے اس کتاب کو BED BOOK بنالیا ہے۔ کچھ کتابیں ایسی ہوتی ہیں جو لکھی نہیں گئیں بلکہ لکھوائی گئی ہیں۔ آپ کی کتاب بھی اُن میں سے ہے۔ جو تاثر مجھے اس کتاب سے مل رہا ہے اُس کی نوعیت کچھ ایسی ہے جیسے مل نہ رہا ہو بلکہ دیا جا رہا ہو۔ دینے والے آپ نہیں بلکہ صاحب کتاب ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صاحب کتاب بذاتِ خود کتاب میں موجود ہیں۔ ظاہر ہے کہ اُنہوں نے کتاب کو اس حد تک اپنا لیا ہے۔

خان محمد اشرف خان علی زئی ہری پور ہزارہ (مصنف فتراکِ رسول): فاضل مصنف نے اُن خوش بختوں پر بے حد احسان فرمایا ہے جن کی قسمت میں اسے پڑھنا مقدر ہے۔ یہ ایک نہایت دشوار کام تھا۔ جسے نہایت خوش سلوبی سے شروع سے آخر تک نبھایا گیا ہے۔ ممکن ہے یہ سعادت بھی اُس مردِ قلندر کی کھلی کرامت ہو جن کی نورانی محفلوں کی یہ روائیدد ہے۔ عالم ارواح کا تعلق نمایاں نظر آتا ہے اور میرے دل میں یہ حسرت بار بار آئی کہ کاش میں بھی اس آستانہ عالیہ کا خوشہ چین ہوتا۔

پیر طریقت سہروردیہ چوہدری محمد شفیع سہروردی (ایم-ایس-سی) فیصل آباد:

The book is simply splendid in all respect and is a perfect answer to the request:

باز گو از نجد و از یارانِ نجد　　تا در و دیوار را آری بہ وجد

مورخ اسلام محمد دین کلیم لاہور: کتاب دیکھی مسرت ہوئی۔ آپ نے صوفی صاحب کے تمام کوائف اکٹھے کر دیئے ہیں۔ مجھے اس تصنیف کی ضرورت ہے اس کا رکھنا میرے لئے ضروری ہے۔ میں نے صوفی صاحب کے حالات اپنی تصنیف "لاہور کے اولیائے سہرورد" میں درج کئے ہیں۔

اُستاد و مصنف محمد نعیم طاہر سہروردی سنجرپور (صادق آباد): آپ نے یہ ملفوظات بہت اچھے طریقے سے ترتیب دیئے ہیں۔ گویا صاحب کتاب پڑھنے والے سے ہی مخاطب ہیں۔ آپ نے سلسلہ عالیہ سہروردیہ کا بہت بڑا کام کیا ہے۔ حضرت جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری سہروردی کے ملفوظات کے تقریباً چھ یا سات سو سال کے بعد کسی سہروردی بزرگ کے یہ پہلے ملفوظات ہیں جو ضبط تحریر میں آئے ہیں کیونکہ سہروردی بزرگ بالعموم شہری آبادیوں سے دُور رہے اور قلم کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔

صوفی عبدالکریم مرزا سہروردی "برماوالے پیر" (لاہور):

I am Completely satisfied and extremely happy over the publication of this book, While reading it, one is mentally tansported to the happy past when the "MIR MAJLIS" was physically present in our midst.

پیر سید ممتاز حسین سہروردی خانیوال: دورانِ مطالعہ بعض مقامات پر آنکھیں نم دار ہوتی رہیں۔ بعض اوقات تو ایسا معلوم ہوا کہ بہ نفس نفیس سرکارِ علیہ رحمتہ بیان فرمارہے ہیں۔ ایسے موقع پر حضرتؒ کے تصور نے حقیقت کا روپ دھار لیا جس سے ثابت ہوا کہ یہ کتاب بھی سرکار کی خاص توجہ میں تحریر ہوئی اور یقیناً اُن کاموں میں سے ایک اہم کام ہے جن کاموں کا آپ سے لینے کا حضرت قبلہؒ نے بار بار تذکرہ فرمایا۔